مدارس اور اسکولوں کے اساتذہ کرام کے لیے ایک انمول تحفہ

اساتذہ کی ذمہ داریاں

سلسلہ مجالس یوسفیہ ①

میں کامیاب استاد کیسے بنوں؟

میں طلبہ کی بہترین تربیت کیسے کروں؟

میں تدریسی مشکلات پر کیسے قابو پاؤں؟

افادات

مولانا محمد یوسف خان صاحب

استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور، پروفیسر گورنمنٹ شالیمار کالج لاہور

جمع و ترتیب

محمد جمال

فاضل مدرسہ عربیہ، رائیونڈ

حماد حسین

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

پسند فرمودہ

محمد حنیف عبد المجید

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

اساتذہ کی ذمہ داریاں

کیا آپ:

- کامیاب استاد بننا چاہتے ہیں؟
- اپنے طلبہ کی بہترین تربیت کرنا چاہتے ہیں؟
- تدریس کی مشکلات کا حل جاننا چاہتے ہیں؟

تو یہ کتاب آپ ہی کے لیے لکھی گئی ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم
رحمٰن لائبریری
Cell:
03334554058
0303-4807363
حافظ عبداللہ عزیز

افادات
مولانا محمد یوسف خان صاحب
استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور و پروفیسر گورنمنٹ شالیمار کالج لاہور

پسند فرمودہ
محمد حنیف عبدالمجید
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

جمع و ترتیب
محمد جمال
فاضل مدرسہ عربیہ، رائیونڈ

حماد حسین
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

مکتبہ بیت العلم
اُردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32726509

مکتبہ بیت العلم
اردو بازار، کراچی۔

کتاب کا نام:............... اساتذہ کی ذمہ داریاں

کمپوزنگ:............ محمد مسرور عالم

اسٹاکسٹ

مکتبہ بیت العلم

فدا منزل، نزد مقدس مسجد، اُردو بازار، کراچی۔
فون:92-21-32726509+ موبائل:92-322-2583199+

17 الفضل مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔
فون:92-42-37112356+ موبائل:92-336-7706320+

ای میل: info@mbi.com.pk ویب سائٹ: www.mbi.com.pk

ملنے کے دیگر پتے

★ ادارۃ المعارف، احاطہ دار العلوم کورنگی، کراچی	فون:92-21-35032020+
★ دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی	فون:92-21-32213766+
★ ادارۃ الانور، بنوری ٹاؤن، کراچی	فون:92-21-34914596+
★ بیت القرآن، نزد ڈاکٹر ہارون والی گلی چھٹکی گھٹی، حیدر آباد	فون:92-22-3640875+
★ مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور	فون:92-42-37224228+
★ مکتبہ عائشہ، حق اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور	فون:92-321-9233714+
★ ادارہ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان	فون:92-61-4540513+
★ کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار، مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راولپنڈی	فون:92-57-5771798+
★ مکتبہ عارفی، فیصل آباد	فون:92-300-6621421+
★ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ	فون:92-81-2662263+

نوٹ: یہ کتاب اب آپ ادارۃ السعید سے بذریعہ VP بھی منگوا سکتے ہیں۔

برائے سیلز و مارکیٹنگ: +92-21-34927578,+92-334-2423840,+92-312-3647578
لاہور: +92-42-37112356,+92-336-7706320

اساتذہ کی ذمہ داریاں
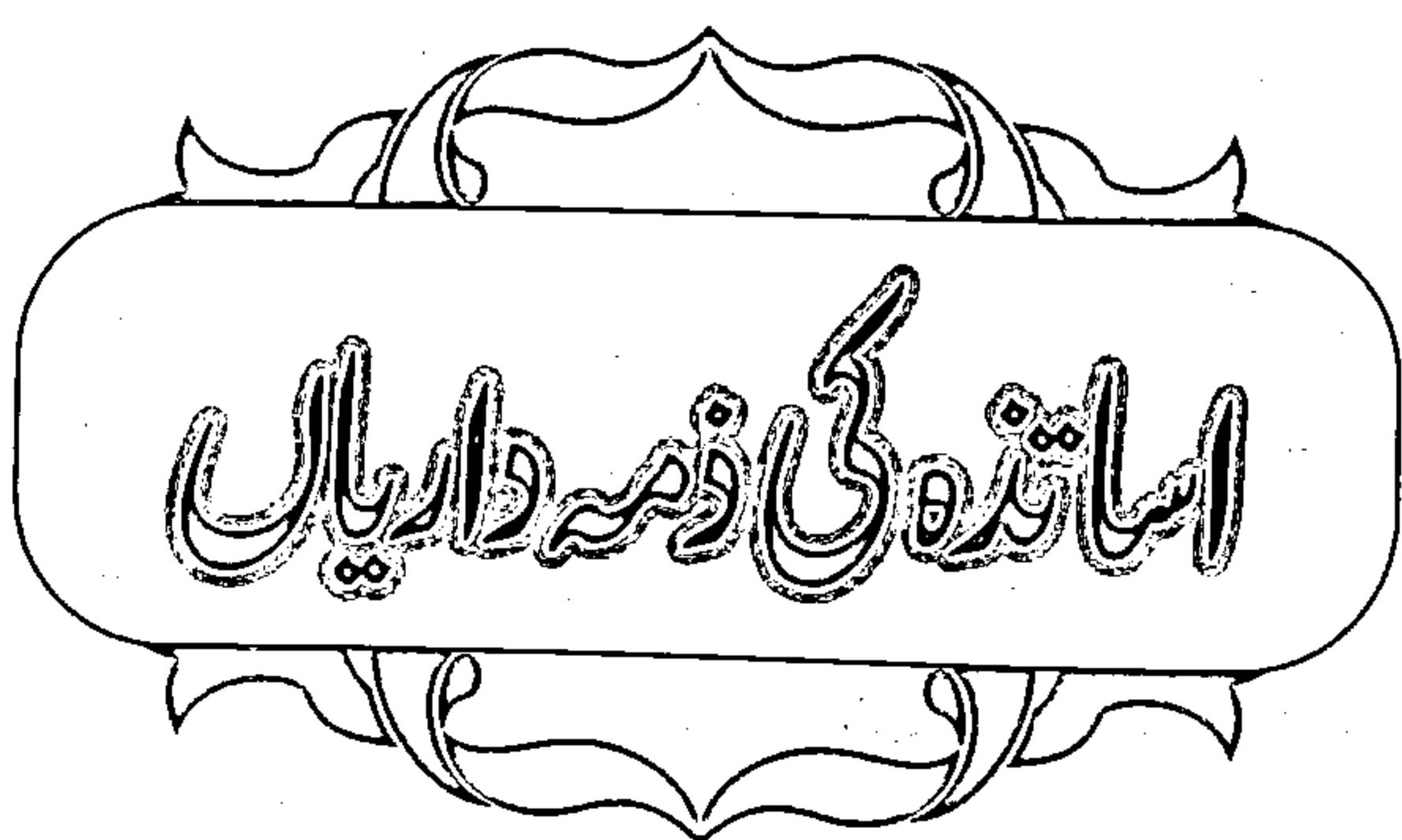
ضروری گزارشات

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

ایک مسلمان بہ حیثیت مسلمان قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کے متن، ترجمہ اور تشریح کی درستگی اور صحت کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور اس بارے میں عمداً غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس کتاب کی اصلاح، تصحیح، تخریج اور تحقیق علمائے کرام اور ان کے معاونین کی ایک جماعت نے مل کر اہتمام سے کی ہے اس کے باوجود...........

① تمام قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ دورانِ مطالعہ اگر کسی قسم کی غلطی یا قابلِ اصلاح بات نظر آجائے تو اسے نظر انداز کرنے کے بجائے اس دینی کام میں معاون بنیے اور درج ذیل پتے پر رابطہ کیجیے:

فون نمبر: +92-21-34976339, +92-314-2988765

پتہ: مدرسہ بیت العلم، متصل الحمد مسجد، ST-9E، بلاک: 8، گلشن اقبال، کراچی

ای میل: mbikhi.pk@gmail.com

② کتاب کی قیمت، ترسیل وغیرہ سے متعلق امور کے لیے رابطہ کیجیے:

فون نمبر: +92-312-3647578, +92-323-2520181, +92-322-2125228

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ (آمین)

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

احباب مکتبہ بیت العلم

منفرد علمی اور دینی تحفہ

اساتذہ کی ذمہ داریاں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ!

ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ تحفہ میں بہترین چیز پیش کرے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کی طرف سے سب سے بہترین چیز کیا ہے؟

① ایک مسلمان کے لیے سب سے بہترین تحفہ کتاب ہے، چناں چہ اپنے دوستوں، عزیزوں کو یہ کتاب تحفے میں پیش کر کے ہم "تَهَادَوْا تَحَابُّوْا"[1] والی حدیث پر عمل کر سکتے ہیں جس کے معنی ہیں: "تم ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، آپس میں محبت بڑھے گی۔"

② اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد اگر آپ محسوس کریں کہ آپ کے گھر والوں.... رشتہ داروں.... دوستوں.... اور معاشرے کے دیگر افراد بشمول اسکولوں اور مدارس کے طلبہ کے لیے مفید ہے...... تو آپ کا انھیں یہ تحفہ پیش کرنا آخرت میں سرمایہ کاری اور سماجی ذمہ داری کی ادائیگی کا سبب ہوگا۔

③ آپ اس کے ذریعے نیکی پھیلانے اور اچھی کتابوں کی اشاعت کا ثواب بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

لہٰذا اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں۔ محلہ، اسکول اور مدرسہ کی لائبریری تک پہنچا کر معاشرہ کی اصلاح میں معاون و مددگار بنیے۔

---

[1] موطأ امام مالك، كتاب الجامع، باب ماجاء في المهاجر: ٧٠٦، ٧٠٧

④ کتاب کو تحفے میں دے کر آپ علم دوست بن سکتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بنا سکتے ہیں، اس لیے کہ کتاب جہاں بھی رکھی جاتی ہے وہ لوگوں کو پڑھنے کی طرف دعوت دیتی ہے اور لوگ دینی، معاشرتی، اخلاقی احکام اور ہدایات سے باخبر ہوں گے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعَالٰی اس پر عمل بھی کریں گے۔

⑤ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے کم از کم دس کتابیں لے کر رشتہ داروں، دوستوں کو خوشی کے موقع پر پیش کر کے دین اور دنیا کے فوائد حاصل کیجیے۔ آپ کتاب ہدیے میں دے کر اس کے فائدے کو عام کیجیے، مطالعہ کی توفیق اللہ تبارک وتعالیٰ عطا فرمائیں گے۔ ہمارا یہ ہدیہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعَالٰی بہترین صدقہ جاریہ ثابت ہوگا۔ کتاب کا نفع صدیوں تک رہتا ہے، ہم دنیا سے چلے جائیں گے ہماری موت کے بعد بھی جو کتاب کو پڑھے گا اس کا فائدہ ہمیں ملے گا۔

درج ذیل سطور میں پہلے اپنا نام و پتا، پھر جنھیں ہدیہ دے رہے ہیں ان کا نام و پتا لکھیں:

ہدیہ مبارکہ

FROM مِنْ

....

....

TO اِلٰی

....

....

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مولانا محمد یوسف خان صاحب مدظلہٗ العالی

استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

محترمی ومکرمی جناب مولانا محمد وصی فصیح بٹ صاحب مدظلہٗ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

آں جناب نے انتہائی محنت اور خلوص سے بیانات کو عمدہ انداز میں مرتب فرمایا ہے۔

"اساتذہ کی ذمہ داریاں" کے عنوان سے اس کی اشاعت اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تعالیٰ بہت سے ذہنوں میں تدریسی مشکلات کو حل کرنے اور طلبہ کے لیے صاحبِ بصیرت استاذ بننے میں معاون ثابت ہوگی۔

بتوفیق اللہ تعالی وعونہ

والسلام

احمد یوسف خان

استاذ الحدیث

جامعہ اشرفیہ لاہور

حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب دامت برکاتہم

ایک ہمہ جہت شخصیت

مولانا محمد یوسف خان نے ۱۱ دسمبر ۱۹۵۷ء کو پاکستان کے شہر لاہور میں آنکھ کھولی، اور دینی وعصری دونوں طرح تعلیمی اداروں سے رسوخ حاصل کیا، آپ نے درسِ نظامی جامعہ اشرفیہ لاہور سے مکمل کیا اور اس کے بعد ایم اے اسلامیات پنجاب یونیورسٹی لاہور سے امتیازی پوزیشن کے ساتھ مکمل کیا۔

حضرت دینی وعصری دونوں میدانوں میں تدریس کا طویل تجربہ رکھتے ہیں، جس طرح جامعہ اشرفیہ لاہور میں تقریباً ۴۱ سال سے تدریس کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے استاذ الحدیث کے عہدے پر فائز ہوچکے ہیں، اسی طرح آپ گورنمنٹ کالج شالیمار لاہور میں ایسوسی ایٹ پروفیسر (اسلامیات) ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وزیٹنگ پروفیسر وہیڈ آف اسلامک اسٹڈیز فاطمہ جناح میڈیکل کالج لاہور کے عہدے پر بھی ۱۵ سال سے فائز ہیں۔

حضرت والا تدریسی امور کے ساتھ ساتھ دیگر تعلیمی سرگرمیوں میں بھی کافی مہارت حاصل ہے اورآپ درج ذیل اداروں کے ممتحن اور پیپر سیٹر مقرر ہیں:

(۱) بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن لاہور

(۲) پنجاب یونیورسٹی لاہور (۳) آزاد کشمیر تعلیمی بورڈ

اسی طرح آپ مسئولِ امتحانات وفاق المدارس العربیہ پاکستان (برائے لاہور، قصور، شیخوپورہ) رہ چکے ہیں۔

مقدمہ

تعلیم وتدریس ایک روشن چراغ ہے جو انسان کو عمل کی منزل تک پہنچاتا ہے۔
تعلیم وتدریس ایک ایسا مقدس منصب ہے جو سیدالانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صفات میں سے ایک صفت اور فرائضِ نبوت میں سے ایک فریضہ ہے۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾ [1]

ترجمہ: ”حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ اُن کے درمیان اُنہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، اُنہیں پاک صاف بنائے اور اُنہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، جب کہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِيْ مُعَنِّتًا وَّلَا مُتَعَنِّتًا، وَلٰكِنْ بَعَثَنِيْ مُعَلِّمًا مُّيَسِّرًا.“ [2]

---

[1] سورة آل عمران: ١٦٤
[2] صحيح مسلم، الطلاق، باب بيان أن تخيير المرأة لا يكون طلاقاً...، الرقم: ١٤٧٨

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے مجھے مشکلات میں ڈالنے والا اور سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بل کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے معلم (سکھانے والا) اور آسانی پیدا کرنے والا بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعلیٰ اور کامل معلم تھے، ایسے باکمال معلم کہ نہ آپ سے پہلے کسی نے دیکھا اور نہ آپ کے بعد کسی نے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صفات میں کمالِ علم، عظیم حکمت، اعلیٰ اخلاق، شاگردوں کے ساتھ شفقت ورحمت، ان کی تعلیم و تربیت کے لیے نہایت عمدہ اور مفید اسالیب کا استعمال اور ان کی خبرگیری جیسے صفات اپنے کمال کی انتہاء کو پہنچے ہوئے تھے۔

بلا شبہ جو معلم اور استاذ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بننا چاہے اور فنِ تدریس میں کمال تک پہنچنے کا خواہش مند ہو تو اُسے چاہیے کہ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات وکمالات جو اِس میدان سے متعلق ہیں، معلوم کرے اور پھر اِن صفات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے۔

اسی تعلیم وتدریس کی اہمیت اساتذۂ کرام کے اندر پیدا کرنے کے لیے[1] اور تعلیم و تدریس کے آداب و شرائط اجاگر کرنے کے لیے مدرسہ بیت العلم کے احباب کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ لاہور کے استاذ الحدیث حضرت مولانا یوسف خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ وقتاً فوقتاً مدرسہ بیت العلم اور البدر اسکول کراچی تشریف لائے اور اساتذۂ کرام کے مختلف طبقات سے مختلف نشستوں میں دل سوز

---

[1] مکتبہ بیت العلم نے اس سے پہلے بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں اساتذہ کرام کے لیے ہدایات، بچوں کی معیاری اور مناسب تربیت کے بہترین راہ نما اصول، اور بزرگانِ دین کے نصائح اور ارشادات پر مشتمل کتاب "مثالی استاذ" (حصہ اول، دوم) چھپ چکی ہے۔

بیانات کیے، درس وتدریس کے درمیان پیدا ہونے والے مختلف اشکالات کے تسلی بخش جوابات دیے۔ اسی طرح حضرت کی مختلف نشست طلبہ اور والدین و سرپرست حضرات کے درمیان بھی رکھی گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ بیانات محض بیانات نہیں؛ بل کہ ان میں زبان کی حلاوت ہے تو دل کا سوز وگزار بھی، مشکل سوالات ہیں تو پختہ جوابات بھی، تعلیمی عقدوں کا حل ہے تو تعلق مع اللہ کی ترغیب بھی، قیمتی مشورے ہیں تو پرخلوص پند ونصائح بھی، نیکی کی تشویق (شوق دلانا) وتحریص (حرص دلانا) ہے تو گناہ سے بیزاری اور نفرت دلانا بھی، غرض اہل علم حضرات خصوصاً مدارس اور اسکول کے اساتذۂ کرام کے لیے ایک انمول تحفہ اور بیش بہا خزانہ ہے۔

اس لیے حضرت کی اجازت اور حوصلہ افزائی سے یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ان بیانات کو جمع کرکے، مضمون سازی کرکے تالیفی انداز میں سلسلہ وار "مجالس یوسفیہ" کے نام سے شائع کرکے افادۂ عام کیا جائے اور اس سلسلے کی پہلی کڑی "اساتذہ کی ذمہ داریاں" میں وہ بیانات جمع کیے گئے ہیں جو اساتذہ کرام سے متعلق ہیں، تاکہ تمام اہلِ علم اور اساتذۂ کرام حضرت کے علم اور وسیع تدریسی تجربے سے فائدہ اٹھا کر منصبِ تدریس کی حقیقت کو پہچان کر صحیح معنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا حق ادا کریں اور معاشرے کے ایک کامیاب اور مثالی استاد قرار پائیں۔

مکتبہ بیت العلم کی دیگر کہانی سیریز مثلاً: "ذوق وشوق"، "365 کہانیاں (حصہ اول تا چہارم)"، "کہانی وہی انداز نیا"، "اسکول کہانی"، "سنت کہانی"، "نظم بنی کہانی"، بھی بچوں کی تربیت اور معیاری تفریح کے لیے مفید ثابت ہوں گی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مکتبہ بیت العلم کی کوشش رہی ہے کہ معاشرے کے لیے مستند اسلامی معلومات قرآن وحدیث کی روشنی میں عام فہم انداز میں پیش کی جائے،

اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکتبہ سے "تحفہ دُلہا"، "تحفہ دلہن"، "مثالی باپ"، "مثالی ماں"، "والدین کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنیے"، "پُرسکون زندگی" اور "رشتہ داری کا خیال رکھیے" شائع ہو چکی ہیں۔ قرآن و سنت اور اولیائے کرام کی مستند دعاؤں پر مشتمل "مستند مجموعہ وظائف"، "اذکارِ جمعہ"، "حفاظت کی دعائیں" اور "آپ کی مرادیں کیسے پوری ہوں؟" بھی بازار میں دستیاب ہیں۔ اسی طرح ہماری کتابیں "پریشانی کے بعد راحت" اور "راحت حاصل کیجیے" بھی دکھی دلوں کے لیے اَن مول تحفہ ثابت ہوں گی اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

نیز قارئین کرام سے انتہائی عاجزانہ درخواست ہے کہ جامعہ اشرفیہ، حضرت مولانا یوسف خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو (جن کا مکتب تعلیم القرآن میں بھی بہت تعاون ہے)، تمام معاونین اور ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں، اس لیے کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

"مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ اِلَّا قَالَ الْمَلَكُ وَ لَكَ بِمِثْلٍ." [1]

ترجمہ: "جو کوئی مسلمان اپنے بھائی کے لیے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے لیے بھی وہی دعا کرتا ہے۔"

اصلاح و دعا کا محتاج

محمد حنیف عبدالمجید

رمضان ۱۴۳۶ھ جولائی ۲۰۱۵ء

---

[1] صحیح مسلم، الذکر و الدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمین بظھر الغیب: ۲/۳۵۱

پہلا بیان

اساتذہ کے لیے اہم ہدایات

ابتدائی درجات کی کتابوں میں خاص طور پر نحو، صرف وغیرہ جو فنی کتابیں ہیں، اِن میں سمعی اور بصری آلات کو استعمال کرنا بڑا مفید ہوجاتا ہے۔

نقشہ بنا کر، وائٹ بورڈ پر اس طرح لکیریں لگا کر سمجھانا، یہ بھی سنت طریقہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراط مستقیم سمجھانے کے لیے ایک سیدھی لکیر لگائی، پھر اُس کے بعد دائیں بائیں لکیریں لگائی اور فرمایا کہ یہ سارے گمراہی کے راستے ہیں اور یہ سیدھا راستہ ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، الرقم:٤١٤٢)
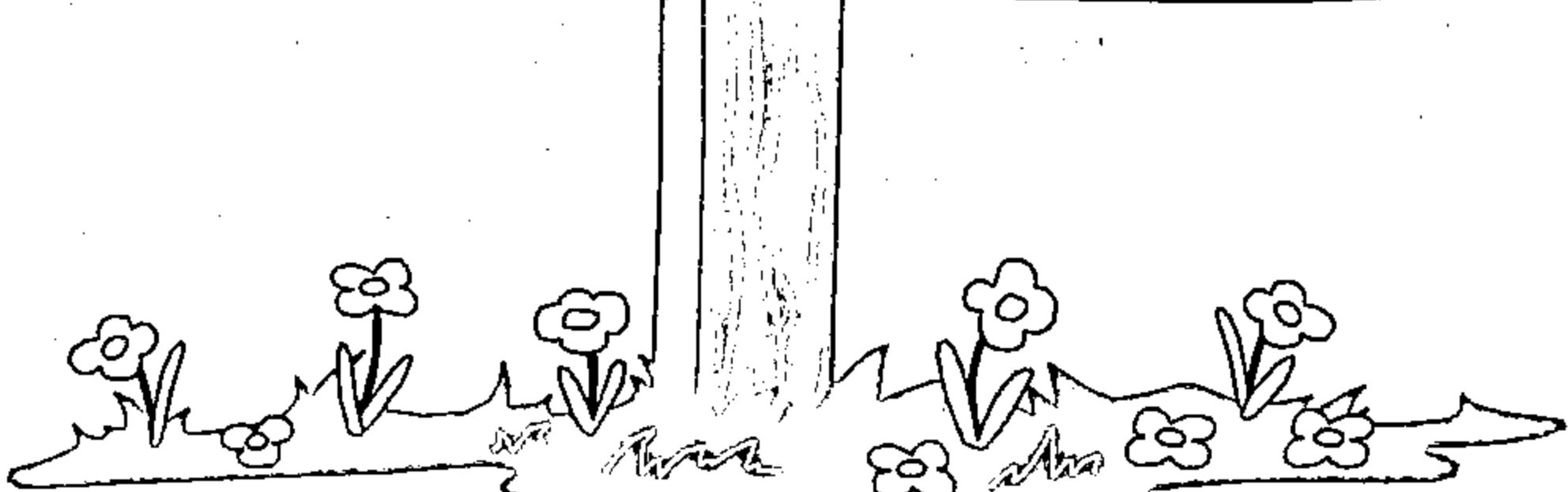
اساتذہ کے لیے اہم ہدایات

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم امابعد!

فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالْعَصْرِ ۙ﴿١﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ﴿٢﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿٣﴾﴾ [1]

صدق اللہ العظیم

محترم اساتذہ کرام!

اللہ رب العزّت آپ سب حضرات کو درس وتدریس، دینی تعلیم، قرآن وسنت کی تعلیم اور اس کے مددگار علوم، علوم آلیہ اور علوم عالیہ کے پڑھانے کی توفیق دے رہا ہے، اللہ ربّ العزت کا اس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے، یہ اللہ کی خاص توفیق ہے کہ اللہ نے یہ اعزاز آپ سب حضرات کو عطا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے، قبولیت عطا فرمائے اور ترقی عطا فرمائے۔ آمین

---

[1] سورۃ العصر

شعبہ تدریس کی حقیقت

دنیا کے بہت سے شعبے ہیں جن میں لوگ کام کر رہے ہیں لیکن علمِ دین کی تدریس ایک ایسا شعبہ ہے جس میں حقیقتاً انسان کا وقت بھی صرف ہوتا ہے، جان بھی صَرف ہوتی ہے، دماغ بھی صَرف ہوتا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس تدریس کے اندر انسان کا خون اور جسم بھی گھلتا ہے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔

اساتذہ کا تنوّع

ہمارے اور آپ کے اکابر، آپ کے اور ہمارے اساتذہ، جن سے ہم نے اور آپ نے پڑھا، سب کے سب، حقیقت یہ ہے کہ: ؏

ہر گُلے را رنگ و بوئے دیگر است

ترجمہ: "ہر پھول کا رنگ اور اس کی خوشبو الگ الگ ہوتی ہے۔"

لیکن انسان دورانِ تعلیم بعض اساتذہ سے متاثر ہو جاتا ہے، ان کی خصوصیات کو اپنا لیتا ہے اور ان سے قلبی تعلق ہو جاتا ہے۔ اساتذہ کے مرتبے میں اونچ نیچ، اتار چڑھاؤ ذہنوں میں ہوتی ہے، یہ ایک فطری بات ہے۔

کوئی بھی ادارہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں تمام اساتذہ علمی اعتبار سے، عملی اعتبار سے، ذہانت کے اعتبار سے اور طریقہ تدریس کے اعتبار سے بالکل ایک جیسے ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ لیکن اِس کے باوجود جب یوں کہا جاتا ہے کہ: ؏

ہر گُلے را رنگ و بوئے دیگر است.

ترجمہ: "کہ ہر پھول کا رنگ اور اس کی خوشبو جُدا جُدا ہے۔"

تو ہمارے استاذ صاحب آخر میں ایک اور جملے کا اضافہ فرماتے تھے کہ ٹھیک ہے: ”ہر گُلے را رنگ و بوئے دیگر است“

ولیکن گل است ولیکن گل است

ترجمہ: ”لیکن یہ مانو کہ وہ پھول ہے۔ لیکن یہ مانو کہ وہ پھول ہے۔“

آپ یہ نہ کہے کہ اس کی خوشبو اچھی لگتی ہے یا نہیں لگتی۔ ایک استاد کی خوشبو اچھی لگ رہی ہے اور ایک استاذ کی خوشبو ذرا تھوڑی سی کڑوی لگ رہی ہے۔ نہیں! بس اس کو استاذ مانو، اِنْ شَاءَ اللّٰہُ کامیاب ہو جاؤ گے۔ پھر اِنْ شَاءَ اللّٰہُ کامیاب ہو جاؤ گے۔

تدریس کے لیے ہدایات

اللہ تعالیٰ سے خوب مانگنا

مجھے دنیا میں آئے ہوئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوگیا، بہت دفعہ بعض اساتذہ ایسے بھی نظر آئے زندگی کے اندر کہ انھوں نے طالبِ علمی کے زمانے میں کوئی خاص وقت نہیں گزارا، لیکن جب استاد بن کر کسی درس گاہ میں جا کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا ذہن کھولا، ایسا ذہن کھولا کہ بہترین مدرس بن گئے۔

بعض ساتھی ایسے تھے جو شروع سے لے کر دورہ حدیث تک بہت قابل،

پوزیشن والے، اوّل، دوم، سوم آنے والے تھے، لیکن جب مسندِ تدریس پر بیٹھے تو طلباء نے کہا: ہمیں تو سمجھ نہیں آرہا ہے کہ کیا کہتے ہیں؟ ہمیں سبق سمجھ میں نہیں آرہا ہے، ہمیں مضمون سمجھ نہیں آرہا، حالاں کہ ہے بہت قابل، اُن کی قابلیت میں کوئی شک نہیں۔

آخر اس تدریس کے اندر کون سے اُصولوں کو سامنے رکھ لیا جائے کہ جس کی وجہ سے تدریس کا جو کام سپرد کیا گیا ہے، اللہ رب العزت وہ اچھی طرح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سب سے زیادہ جو چیز تدریس کے اندر نظر آئی، وہ ہے اللہ تعالیٰ سے مانگنا، اللہ تعالیٰ سے مانگنا کہ اے اللہ! میرے علم کو کھول دے۔ اے اللہ! مجھے اخلاص کی دولت عطا فرمادے۔ اے اللہ! مجھے محنت کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اے اللہ! اس کو قبول فرمالے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک خطیب صاحب اُن کے پاس آئے، بہت بڑے عالم تھے، حضرت نے اُن کو موقع دیا کہ آپ بیان کریں۔ انھوں نے بیان شروع کردیا، بہت اعلیٰ قسم کا بیان کیا لیکن ظاہر ہے کہ لوگ بس سنتے رہے، کوئی اثر نہیں ہوا۔

پھر اس کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کے لیے بیٹھے اور یوں فرمایا کہ میں نے صبح سحری کے وقت کھانے کے لیے ایک انڈا طاقچے میں رکھا تھا، لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ طاقچے میں سے زمین پر گرا اور مٹی میں مِل گیا۔

بس اتنا کہنا تھا کہ لوگوں نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا، ان کو یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ ہم بھی مٹی میں مِل جائیں گے۔ وہ خطیب صاحب آدھا پونا گھنٹہ شعلہ بیانی کرتے رہے لیکن کچھ اثر نہیں ہوا اور شیخ نے چند جملے کہے، بات بدل گئی، کایا ہی پلٹ گئی، دِل کی کیفیات ہی بدل گئی۔

ممکن ہے آپ حضرات میں سے کسی کو اِس جملے سے اختلاف ہو، کیوں کہ آپ علماء ہیں؛ لیکن میں نے کئی کِبار علماء کے منہ سے یہ جملہ سنا: "اِن کالے حروف سے علم حاصل نہیں ہوتا۔" میں نے پہلے ہی عرض کر دیا کہ اِس جملے سے آپ کو اختلاف ہوسکتا ہے، لیکن میں نے کئی کِبار علماء سے یہ جملہ سنا: "اِن کالے حروف سے علم حاصل نہیں ہوتا، علم کچھ اور چیز ہے۔"

اب کہنے کو تو انھوں نے یہ بات کہہ دی، اصل میں بعض جملے ایسے ہوتے ہیں جو بعض منہ پر سجتے ہیں، اگر کوئی عام بندہ یہ جملہ کہے گا تو یہ کتابوں کی توہین ہے اور اس سے غلط مطلب لیا جائے گا۔ لیکن ہے یہ حقیقت۔

اگر یہی استاد اِخلاص سے سادگی کے ساتھ پڑھا رہا ہو تو بسا اوقات طلبہ اُس کے فن میں زیادہ ماہر ہو جاتے ہیں بہ نسبت اُس استاد کے جو بہت باریکیاں بتا رہا ہو۔ اور بعض اساتذہ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بہت مطالعہ کر کے، بڑا گہرا مطالعہ کر کے اخلاص کے ساتھ اُن گہرائیوں کو، بڑی مشکل باتوں کو بیان کرتے ہیں، طلبہ اُس کو جذب کر لیتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ بات دونوں طرف ہے۔

دوسری ہدایت

طلبہ کی استعداد کا لحاظ کرنا

ایسے اساتذہ بھی ہمارے سامنے آئے جو تحتانی کتابیں بھی پڑھاتے تھے اور درجہ عُلیا کی کتابیں بھی پڑھاتے تھے؛ لیکن درجہ اولیٰ، ثانیہ، ثالثہ تک پڑھانے کا جو مزاج ہوتا تھا، جو پڑھانے کا طریقہ ہوتا تھا، وہ کچھ اور ہوتا تھا اور وہی استاد جب درجہ علیا میں پڑھانا شروع کرتے تھے تو اُن کا لہجہ، اندازِ بیان اور طریقہ کار کچھ اور ہوتا تھا۔

چناں چہ ہمارے اساتذہ اور مشائخ میں سے بہت سے مشائخ نے صرف اس بات پر محنت فرمائی ہے کہ کتابوں کو کس انداز سے پڑھایا جائے؟ عجیب بات یہ ہے کہ بسا اوقات ایک ادارے کے اندر دیکھا کہ بعض اساتذہ صرف علم النحو، علم الصرف وغیرہ پڑھاتے ہیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ اُن کو طلبہ کے اندر مقبولیت دے دیتے ہیں۔

معلّمین کے لیے ایک مفید کتاب

تدریس کے اصول کے لیے مجھے جو سب سے اچھی کتاب لگی، وہ مولانا عبدالرحمٰن اعظم گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "رحمۃ للمتعلمین" ہے۔

اُس میں ایک باب ہے طلبہ کے لیے ہدایات، ایک باب ہے مدرّسین کے لیے ہدایات اور ایک باب ہے عام مؤمنین کے لیے ہدایات۔

مولانا عبدالرحمن اعظم گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "رحمۃ للمتعلمین" شروع تدریس میں میرے ایک استاد صاحب نے بتائی تھی۔ اور وہ استاد صاحب ابھی بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حیات ہیں اور وہ استاد کیسے تھے؟ اُن کا ایک رویہ آپ کو بتا دیتا ہوں۔

طالبِ علمی کے زمانے کا ایک واقعہ

طالبِ علمی کے زمانے میں حفظ کے دوران تو تھوڑی بہت پٹائی ہوئی ہے؛ لیکن اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کتابوں کے درمیان پٹائی نہیں ہوئی، صرف ایک بار اُن استاذ صاحب سے مار کھائی ہے جن کا تذکرہ کر رہا ہوں، اور مار کس بات پر کھائی؟ کہ ظہر کی نماز سے تھوڑا پہلے کا وقت تھا۔ میں وضو کر کے سیڑھیوں سے اُترا، اُس وقت میری عمر تیرہ یا چودہ سال تھی۔

جب وضو کر کے سیڑھیوں سے اُترا تو ایک بڑی عمر کا طالب علم تھا داڑھی والا۔ اس وقت ظاہر ہے میری داڑھی مونچھ نہیں تھی، اُس نے کوئی بات کی تو میں ہنس پڑا۔ وہ مفتی صاحب مجھے برآمدے سے دیکھ رہے تھے، نماز ہوئی، نماز کے بعد بلایا، اور فرمایا: "بڑے طالب علم کے ساتھ کھڑے ہو کر ہنس کیوں رہے تھے؟" بس پھر پٹائی کی۔

بس جو بات مجھے بتانی تھی وہ بتا دی کہ کس قسم کے استاد تھے۔ ایک چھوٹی عمر کا لڑکا، ایک بڑی عمر کے لڑکے کے ساتھ وضو کرنے کے بعد مسجد کی سیڑھیوں میں کھڑے ہو کر ہنس کیوں رہا تھا؟ ان کی نظر اتنی پختہ تھی اور وہ اتنی باریک باتوں پر تنبیہ فرماتے تھے۔

ویسے اُس وقت (سچی بات بتاؤں) ذہن میں آیا تھا کہ یہ کوئی اتنی بڑی بات تو نہیں تھی کہ اِس پر مارا جائے؛ لیکن اب خیال آتا ہے کہ کیوں مارا تھا؟ اب سمجھ میں آ گیا کہ کیوں مارا تھا؟ کیوں اتنی باریک باتوں پر سختی فرماتے تھے؟ کہ بڑی بات تک نوبت ہی نہ آئے۔

جب تدریس کا آغاز ہوا تو اُن استاذ صاحب نے بار بار مجھ سے یہ جملہ فرمایا کہ مولانا عبدالرحمن اعظم گڑھی کی کتاب کو ساتھ رکھو، اس کو بیسیوں بار پڑھو اور جب کبھی تدریس کے درمیان تمھیں کوئی دِقّت پیش آجائے تو جو مدرّسین کے بارے میں ہدایات ہیں، اُس کا مطالعہ کرلینا تو اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تمھیں اُس کا جواب مل جائے گا، کوئی اشکال ہوگا تو تمھیں اُس کا جواب مل جائے گا اور حقیقتاً ایسا ہی ہوا۔

اُس کتاب میں جو ہدایات ہیں، اُن میں سے ایک ہدایت یہ بھی ہے کہ طلبہ کو اُن کی ذہنی استعداد کے مطابق سبق تیار کر کے پڑھایا کریں۔ یہ وہ والی بات ہے کہ جس کی وجہ سے وہ اساتذہ تحتانی درجوں کے لیے اور طرح کا اندازِ تدریس، علیا کے لیے اور طرح کا اندازِ تدریس اختیار کرتے تھے۔

ابتدائی درجات میں سبق یاد کرنا

چناں چہ جو تحتانی درجات ہیں...... درجہ اولیٰ، ثانیہ، ثالثہ اُن کے لیے تو اساتذہ سے یہ گزارش ہوتی ہے کہ صرف مطالعہ کر کے نہ پڑھائیں بل کہ سبق یاد کر کے پڑھائیں۔

ہمارے مدرّسین کے یہاں جو مطالعہ ہوتا ہے، وہ یہ کہ کتاب کو دیکھا، عبارت کو دیکھا، حاشیہ کو دیکھا اور اُس کے شروحات کو دیکھا تو اِس کو ہم کہتے ہیں مطالعہ، حالاں کہ مطالعہ اور چیز ہے۔

تحتانی درجات میں، ابتدائی کتابوں میں کم از کم دو دن یا تین دن کا سبق باقاعدہ یاد کرلیں......اور یاد کرنے کے بعد پھر درس گاہ میں اُتریں۔ اُس کی عبارت، اُس کا ترجمہ، اس کا مفہوم اور طالبِ علم کو کیا بات بتانی ہے، یہ ساری بات ذہن میں اچھی طرح

تیار کر کے میدان میں اُتریں...... خلاصہ یہ کہ خوب اچھی طرح پہلے سبق یاد کرلیا جائے۔

عجیب بات یہ ہے کہ شاگرد جتنے بھی سامنے بیٹھے ہوتے ہیں، جب استاذ سبق پڑھارہا ہوتا ہے تو اُس وقت بالکل وہ طالبِ علم جو آپ کو کبھی سبق بھی نہیں سنائے، اتنا گیا گزرا ہو، جب استاذ پڑھارہا ہوتا ہے تو وہ طالبِ علم بھی اتنا ضرور فیصلہ کرلیتا ہے کہ استاذ جی کو خود سبق آتا ہے کہ نہیں آتا؟۔

میں نے عرض کیانا کہ بالکل وہ گیا گزرا لڑکا، جو نہ عبارت پڑھ سکتا ہے، نہ اُس کو سبق یاد ہوتا ہے، نہ سبق سمجھ آتا ہے، کچھ عجیب سی بات ہے کہ وہ بھی یہ بات تاڑلیتا ہے کہ استاذ جی کو آج خود سبق آتا ہے کہ نہیں آتا؟۔

اور جو ذہین طلبہ ہوتے ہیں، وہ اِس حد تک پہچان لیتے ہیں کہ استاذ صاحب کا اپنا ذہن سبق کے بارے میں کلیر ہے یا نہیں؟ جو بات بیان کررہے ہیں، کیا اِن کا اپنا ذہن اس بات کے بارے میں واضح ہے یا نہیں؟ یہ شاگرد بڑی اچھی طرح اِس بات کا فیصلہ کرلیتے ہیں۔

اب وہ کیا استاذ ہوگا؟ جو کہ درس گاہ میں اُترے اور ابتدائی درجات کا ہو، جب کتاب پڑھانے لگے تو طلبہ کہیں: استاذ جی! کل یہ والا سبق پڑھ لیا تھا...... اچھا اچھا! ٹھیک ہے، چلو اب آگے پڑھو، اب وہ کیا استاذ ہوگا؟ اور بچوں کے آگے اس کی کیا حیثیت ہوگی؟

جب استاد خود سبق یاد کر کے اترتا ہے تو ایسی صورت میں استاد کے اندر ایک جذبہ اور ایک کیفیت ہوتی ہے کہ میں اس کو یاد کروادوں، میں بھی اس میں یہ سبق منتقل کردوں...... اس لیے جو تحتانی درجات کی کتابیں ہیں، اُن کے لیے یہ ہے کہ استاد اسباق کو بہت اچھی طرح یاد کر کے میدان میں اترے۔

چوتھی ہدایت

سبق کو آسان بنانا

اگر اُس سبق کے اندر دو تین چار لفظ مشکل آرہے ہیں اُس کو جتنا آسان بنا سکتا ہو بنا دے۔

اگر کوئی لفظ مشکل آرہا ہو، جیسے علم الصرف پڑھانا شروع کی۔ اُس میں آگیا کہ "بحث اثبات فعل ماضی معروف" تو اب ایک دَم بچے کے ذہن میں معروف کا مطلب نہیں آتا، ٹھیک ہے ماضی کی تعریف پہلے آچکی ہوتی ہے؛ لیکن وہ استاد بحث کا مطلب بھی بتاتا ہے، اثبات کا مطلب بھی بتاتا ہے، فعل کا مطلب بھی بتاتا ہے، ماضی کا مطلب بھی بتاتا ہے، معروف کا مطلب بھی بتاتا ہے۔ اور پھر آگے وہ گردان شروع کرتا ہے۔

پانچویں ہدایت

سمعی اور بصری آلات استعمال کرنا

پھر ابتدائی درجات کی کتابوں میں خاص طور پر نحو، صرف وغیرہ جو فنّی کتابیں ہیں، اِن میں اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو سمعی اور بصری آلات کو استعمال کرنا بڑا مفید ہوجاتا ہے۔

سمعی اور بصری آلات میں سب سے پہلی اور بنیادی چیز، تختۂ سیاہ یا وائٹ بورڈ کا استعمال ہے، آپ تجربہ کر کے دیکھیے گا۔ یہ مکتب والے تو ماشاءَ اللہُ چھوٹے

چھوٹے استادوں کو اِس میں مہارت پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ کس طرح تختۂ سیاہ یا وائٹ بورڈ استعمال کریں؟ کیا سمجھانا ہے؟ باقاعدہ اِس پر مشق کرواتے ہیں۔

میں خود بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مکتب کی کلاس میں شریک ہوا، باقاعدہ اس حیثیت میں کہ جامعہ اشرفیہ میں "جامع الترمذی" پڑھاتا تھا، اِس دوران مکتب کی کلاس میں بچوں کے ساتھ بیٹھ کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں نے بھی ایک سبق پورا پڑھا ہے، اور اُس سبق کے اندر استاد نے تو وائٹ بورڈ پر لکھا ہی لکھا، حیرت مجھے اُس وقت ہوئی جب شاگردوں نے بھی استادوں کی طرح کھڑے ہو کر وائٹ بورڈ پر لکھا، بعینہ کل جو سبق پڑھا تھا، شاگردوں نے وائٹ بورڈ پر لکھا۔

آلات استعمال کرنے کا فائدہ

اب غور فرمایئے گا! تحتانی کتابوں میں وائٹ بورڈ کے استعمال کی ایک مثال عرض کرنے لگا ہوں۔ "بحث اثبات فعل ماضی معروف" اب فعل ماضی معروف بنانے کا طریقہ "میزان الصرف" میں بھی لکھا ہے، "علم الصرف" جو اُس سے پہلے پڑھائی جاتی ہے اُس میں بھی لکھا ہے۔

ٹھیک ہے آپ جناب بتائیں اُن کو کہ فَعَلَ کے ساتھ "الف" لگا دیں تو تثنیہ بن جاتا ہے، "واؤ" اور "الف" لگا دیں تو جمع بن جاتا ہے، بلا کر کہ آپ طالبِ علم کو سارا طریقہ بتا دیں، آپ کو تین چار دن کم از کم فعل ماضی کا طریقہ یاد کرانے میں لگ جائیں گے۔

اور آپ فعل مضارع معروف کی دو چار گردانیں پڑھانے کے بعد پھر آپ فعلِ ماضی کا طریقہ پوچھ لیں تو ممکن ہے کہ آدھے لڑکے بتائیں اور آدھے لڑکے نہ بتائیں۔

لیکن اگر استاد کی تختۂ سیاہ استعمال کرنے کی مشق ہو اور وہ چودہ صیغے کس طرح بنتے ہیں؟ اس کو تختۂ سیاہ پر اُن کو بنا کر دِکھا دے کہ دیکھو یہ فَعَلَ اِس کے آگے اور کچھ نہیں لگتا تو یہ صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

پھر اُس کے بعد "الف" لگا دیں فَعَلَا تو یہ تثنیہ بن جاتا ہے، یوں کر کے پہلے فَعَلَ لکھ دیا اس کے ساتھ جمع کا نشان (+) لکھ دیا پھر اس کے ساتھ "الف" لکھ دیا، پھر برابر کا نشان (=) لگایا پھر آگے فَعَلَا صیغہ ہو گیا، فَعَلَ+ا= فَعَلَا۔

فَعَلُوْا کیسے بنا کہ یہ فَعَلَ تھا، یہ لکھا، پھر جمع کا نشان (+)، پھر آگے "واؤ" اور "الف" لکھا، پھر آگے برابر کا نشان (=)، پھر آگے لکھا فَعَلُوْا، فَعَلَ + وْا = فَعَلُوْا۔ یعنی آپ نے بتایا کہ فَعَلَ کے ساتھ کیا کیا اضافہ کرتے گئے تو وہ کیا چیز بنتی گئی۔

آپ نے لکھ کر ایک دفعہ اُن کے سامنے رکھا، اور پھر آپ نے کسی شاگرد کو بھی کہا کہ اب میں سارا مٹاتا ہوں، بتائیے کہ فعل ماضی معروف کی گردان کیسے بنی ہے؟

یقین جانیے کہ جو ہم زبانی یاد کراتے ہیں کہ فعل ماضی معروف بنانے کا یہ طریقہ ہے، ٹھیک ہے یاد ہو جائے گا۔ لیکن جب آپ وائٹ بورڈ کو استعمال کریں گے اور پھر اُس کو اِس طریقے سے صیغہ اور گردان بنانے کا طریقہ بتائیں گے تو اس کے اندر صیغے کی پہچان بھی آ جائے گی، پھر طالب علم جہاں بھی صیغے کی بناوٹ دیکھے گا تو بناوٹ دیکھ کر فوراً صیغہ پہچان جائے گا۔

اب تعلیلات کو لے لیجیے، علم الصیغہ کی تعلیلات کو لے لیے، آپ لاکھ زبانی بتائیں کہ تعلیل یوں ہوئی، یوں ہوئی، یہ ہوا، یہ ہوا۔

آپ مَرْمِیٌّ کی تعلیل بتانا شروع کردیں کہ اصل میں مَرْمُوْيٌ تھا، "واؤ" کو

"یا" میں بدلا، پھر "یا" کا "یا" میں ادغام کیا، میم کو "یا" کی مناسبت سے کسرہ دے دیا تو مَرْمِیٌّ ہو گیا، ٹھیک ہے اس کو زبانی یاد ہو گیا اور "علم الصیغہ" کی تعلیل پوری ہو گئی۔

لیکن اگر یہی چیز استاد تختۂ سیاہ یا وائٹ بورڈ پر لکھ کر طالب علموں کو بتائے کہ کِس طرح "واؤ"، "یا" میں تبدیل ہوئی؟ کِس طرح ماقبل کسرہ دیا گیا؟ کس طرح اِس کی تعلیل ہوئی؟ مولانا! جو نقش ہوگا نا اُس کے ذہن میں، اُس کا بہر حال زبان کے ذریعے شاید اظہار نہ کیا جا سکے۔[1]

آلات کے استعمال کا سنّت سے ثبوت

آپ اساتذہ کی اجازت سے اگر عرض کروں کہ یہ اِس طرح نقشہ بنا کر وائٹ بورڈ پر اس طرح لکیریں لگا کر سمجھانا، یہ بھی سنت طریقہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراط مستقیم سمجھانے کے لیے ایک سیدھی لکیر لگائی، پھر اُس کے بعد دائیں بائیں لکیریں لگائی اور فرمایا کہ یہ سارے گمراہی کے راستے ہیں اور یہ سیدھا راستہ ہے۔[2] آپ نے لکیریں لگا کر سمجھایا، معلوم ہوا کہ اِس طرح

---

[1] بورڈ کی مدد سے پڑھانے کے فوائد:

① ہر بچے کو انفرادی طور پر پڑھانے اور الگ الگ محنت کرنے میں بہت وقت خرچ ہو جاتا ہے جب کہ بورڈ کی مدد سے پڑھانے میں کم وقت میں زیادہ طلبا کو پڑھایا اور سمجھایا جا سکتا ہے۔

② بورڈ پر پڑھانے سے بچے حروف اور حرکات کی شکل کو غلط سمجھنے سے بچ جاتے ہیں۔

③ بورڈ پر پڑھانے سے بچے یکسوئی اور رغبت سے پڑھتے ہیں۔ اور سبق یاد ہونے کے ساتھ ساتھ حروف کی شکل ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

④ بورڈ پر پڑھانے سے بچوں کی آنکھ، کان، زبان اور دماغ چاروں چیزیں مکمل وقت استعمال ہوتی ہیں۔ مزید تفصیلات اور عملی طریقہ جاننے کے لیے مکتب تعلیم القرآن کی "تربیتی نصاب" کا مطالعہ کیجیے۔

[2] مسند احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، الرقم: ٤١٤٢

لکیریں لگا کر سمجھانا، یہ سنت سے ثابت ہے اور یہ بھی ایک سنت طریقہ ہے۔

یہ اِس لیے عرض کر رہا ہوں کہ بسا اوقات انسان یہ سوچتا ہے کہ ہم جدید طریقے کیوں اختیار کریں؟ ایک جگہ تدریس کا طریقہ بتاتے ہوئے سوال وجواب کا موقع ہوا تو مجھے ایک جیّد مدرّس نے کہا کہ مولانا! کیا یہود و نصاریٰ کے طریقے اختیار کرنا ضروری ہے؟ کیا ہم اکابر کے طریقے سے یہ دین نہیں پڑھا سکتے؟

پھر جب میں نے اُن کے سامنے حدیث رکھی اور میں نے کہا اِس سے استدلال کرتے ہوئے اگر ہم کہیں کہ یہ طریقہ یہود ونصاری کا طریقہ نہیں بل کہ مسنون طریقہ ہے، پھر آپ کا کیا خیال ہے؟

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض چیزوں کو عملی طور پر سمجھایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی بار احادیث میں سمجھایا کہ ایک انسان جب وضو کرتا ہے تو اُس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ نماز پڑھتا ہے تو اُس کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ [1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی ٹہنی پکڑ کر اُس کو ہلایا تو درخت کے جو پتے تھے وہ جھڑ کر سارے زمین پر گرے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو جب بندہ وضو کرتا ہے، پانچ وقت نماز پڑھتا ہے تو اُس کے گناہ اِس طرح جھڑ جاتے ہیں، جیسے اس درخت سے پتے جھڑے ہیں۔ [2]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر مثال دے کر بات کو ذہن نشین فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو عملی مشق ہیں، یہ بھی انسان کی فطرت میں سے ایک ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم، الطھارۃ، باب فضل الوضوء والصلوۃ عقبہ، الرقم: ۲۲۹

[2] مسند احمد بن حنبل، حدیث ابی ذر الغفاری، الرقم: ۲۱۸۸۹

چھٹی ہدایت

ابتدائی درجات میں سبق یاد کروانا

دورِ جدید میں جہاں ایک بات پر بہت اصرار کیا جاتا ہے کہ جناب! رٹے سے بچنا چاہیے؛ بل کہ سمجھ کر پڑھنا چاہیے، خاص طور پر تحتانی درجات کے لیے تو بہت تاکید کی جاتی ہے۔ لیکن ہم لوگ ایک جملہ اپنے اکابر سے سنتے ہیں اور آپ حضرات کے ذہن میں بھی ہے کہ جناب:

صرفیاں رامغز باشد چوں سگاں　　　نحویاں را مغز باشد چوں شہاں

کہ "صرفیاں رامغز باشد چوں سگاں" صرفی جو ہوتے ہیں صَرف سیکھنے کے لیے اُن کا دماغ (معذرت کے ساتھ لفظ عجیب سا ہے) وہ کتوں جیسا ہونا چاہیے، بھونکنے والا، یعنی جب تک صَرف سیکھنے کے لیے بھونکے گا نہیں، اس وقت تک صَرف نہیں آئے گی۔

"نحویاں را مغز باشد چوں شہاں" اور جو نحوی ہوتے ہیں اُن کا دماغ وہ بادشاہوں جیسا ہوتا ہے، سوچنے والا، سوچنے والا دماغ۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ جب تک صرفی منہ سے نہیں بولے گا، اُس کو گردانیں زبان پر نہیں چڑھے گی، بھونکنا پڑے گا، بولنا پڑے گا تو بعض جگہ زبان سے بولنا پڑتا ہے اور رٹنا پڑتا ہے۔

حفظِ قرآن حکیم میں رٹے بغیر کیسے یاد ہوگا؟ وہاں تو ہے ہی رٹنا، وہاں تو ہے ہی دہرانا، وہاں تو ہے ہی زبان پر بار بار جاری کرنا۔ ہاں! جب آپ اُس کی تفسیر

پڑھائیں گے، جب آپ اُس کی تشریحات پڑھائیں گے تو وہاں آپ کہیں گے کہ یہاں سوچنے کی ضرورت ہے، سمجھنے کی ضرورت ہے اور دماغ کی ضرورت ہے۔

ابتدائی درجات میں یاد کروانے اور بورڈ کے استعمال کی ضرورت

چناں چہ اب تحتانی اسباق کے اندر تو اِس بات کی بے تحاشا ضرورت ہے کہ اِن چیزوں کو استعمال کیا جائے، جہاں رٹنے کی ضرورت ہو وہاں رٹنا استعمال کیا جائے؛ تاکہ زبان پر جاری ہو جائے اور جہاں اُس کو تختۂ سیاہ استعمال کرنے کی ضرورت ہے، وہاں استاد خود تھوڑی سی مشقت اٹھا کر تختۂ سیاہ استعمال کرے۔

خاص طور پر نحوی تراکیب میں، نحوی تراکیب کا بھی یہی حال ہے، آپ نحوی ترکیب کو ویسے آپ دائیں بائیں کر کے خوب اچھی طرح حل کروا دیں، لڑکا رٹ لے گا، شاید اُس کو اتنا سمجھ میں نہ آئے جس طرح آپ تختۂ سیاہ کے اوپر ایک جملہ لکھتے ہیں۔ "اَکَلَ زَیْدٌ طَعَامًا" پھر جناب آپ اُس کو ایک ایک چیز فعل، فاعل، مفعول کر کے آپ اس کو نشان لگا لگا کر سمجھا کر، پھر اُس کو بتائیں کہ کیسے جملہ بنایا؟ تو وہ لڑکے کو بہت اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

یہ اس لیے کہ اب درسِ نظامی کے اندر کُتب پڑھاتے ہوئے وائٹ بورڈ استعمال کرنا یہ بہت ہی کم ہوتا ہے، بل کہ بہت کم ہی جگہوں پر دیکھنے کو ملتا ہے؛ لیکن جن اساتذہ نے استعمال کیا، اُنھوں نے کمال کر دیا، پھر وقت کی بھی بہت بچت ہوئی اور اُس میں طالب علموں کو سمجھ میں بھی آ گیا۔[اعلان]

[اعلان] ○ بچوں کی تعلیمِ قرآن مضبوط کرنے کے لیے ○ بچوں میں پڑھنے لکھنے کا شوق پیدا کرنے کے لیے ○ بچوں کے وقت کی حفاظت اور کام میں مشغول رکھنے کے لیے مکتبۂ دار الہدیٰ کا "عملی نورانی قاعدہ" آسان عملی مشقوں کے ساتھ انتہائی مفید ہے، جو ہر بچے پر استاد کی انفرادی توجہ دینے کا آسان ذریعہ ہے۔

ساتویں ہدایت

ابتدائی درجات میں سبق لکھنے کی عادت ڈالنا

پھر اِسی طرح تحتانی درجات کے اندر پڑھاتے ہوئے اِس بات کی پابندی ہو جائے کہ طلبہ کو سبق لکھنے کی عادت ڈالی جائے۔

ممکن ہے کہ بعض کتابیں ایسی ہوں کہ جن میں لکھنا کوئی ضروری نہیں، جیسے: "تعلیم الاسلام"۔ مولانا! اس میں کیا لکھیں؟ جو ہیں وہ یاد کرنا ہے، نہیں آپ اُن کو کہیے: بالکل اِسی طرح اس کی نقل مار کے مکھی پر مکھی مارو، اور جس طرح سوال لکھا ہے، سوال لکھو اور جس طرح جواب لکھا ہے، جواب لکھ کر کاپی تیار کر کے لاؤ۔

لکھنے کا فائدہ

لکھنے کا فائدہ کیا ہوگا؟ آپ امتحانات میں حیران ہو جائیں گے کہ کسی بھی شاگرد کے اندر اِملاء کی غلطی نہیں ہوگی۔ دیکھیے! "تعلیم الاسلام" پڑھایا ہے، پڑھایا "تعلیم الاسلام" ہے؛ لیکن آپ نے پابندی سے جو روزانہ سبق پڑھایا، وہ لکھوایا بھی تو اس کا یہ فائدہ ہوا۔

یہ میں اس سوال کا جواب دے رہا ہوں کہ بعض کتابیں ایسی ہوتی ہیں، اُس میں ہم کیا لکھوائیں؟ اُس میں کیا ہے لکھوانے کو؟ یاد کرنے کو ہوتا ہے، جیسے: تعلیم الاسلام، جی! میں نے عرض کیا طالبِ علم کو کہیے کہ وہ یہی لکھے، جب اُس کے ہاتھ سے وہ الفاظ نکلیں گے، اس کو ان الفاظ کی بناوٹ سمجھ میں آئیں گی تو اِملاء کی غلطیاں نہیں ہوگی اور بڑے ہونے تک اُس کے اندر اِملاء کی غلطیاں نہیں آئیں گی اِنْ شَآءَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ۔

پھر امتحان کے اندر یہ نہیں چیک کرنا پڑے گا کہ اِملاء کی غلطیاں آئیں؟ اِملاء کی غلطیوں کو تحتانی درجات میں لکھ لکھ کر، لکھوا لکھوا کر ختم کروا دیا جائے ......"علم الصرف" کا سبق ہے وہ بھی لکھوایا جائے، نحو کا سبق ہے وہ بھی لکھوایا جائے، فقہ کا سبق ہے وہ بھی لکھوایا جائے۔ ہر ایک سبق کی کوشش کی جائے کہ کاپی بنوائی جائے اور لکھنے کا اُن کو عادی بنا دیا جائے، اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ اس سے اِملاء میں بہتری آئے گی۔

ابتدائی درجات میں سبق سننا

تحتانی درجات کے لیے ایک اور اہم بات: اگر مثال کے طور پر آپ کے یہاں ایک گھنٹہ (پیریڈ) چالیس منٹ کا ہوتا ہے...... یا پینتالیس منٹ کا...... اگر چند منٹ حاضری کے لگا لیے جائیں اور اُس کے بعد ایک مخصوص وقت صرف اور صرف سبق سننے کے لیے صَرف کر دیا جائے۔

تحتانی کتابوں میں، ہر روز ہر طالبِ علم سے پورا سبق سنا جائے، اور تحتانی درجات میں طلبہ کی تعداد کم ہو، اتنی ہو کہ آپ ہر طالبِ علم سے سبق سن سکیں۔ لہٰذا ہر طالبِ علم سے روزانہ کا سبق جو پڑھایا ہے، روزانہ سنا جائے۔

ہاں! بڑے درجوں کے اندر میں عرض کروں گا کہ وہاں آپ روز تھوڑا تھوڑا کر کے باری باری کسی سے عبارت، کسی سے ترجمہ سن لیں تو سبق تازہ ہو جائے گا۔

لیکن تحتانی درجات میں تو بس فرضِ عین ہے کہ ہر ایک سے روزانہ پورا پورا سبق سنا جائے۔ اور پھر اُس کے بعد جو آپ پڑھائیں گے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ وہ اُن کے ذہنوں کے اندر تازہ رہے گا۔

اِجراء کروانا

پھر ایک اور اہم چیز تحتانی درجات میں: وہ ہے اجراء، اس میں استاد کو مغز مارنا پڑتا ہے، اجراء کے اندر اپنے آپ کو گھلانا پڑتا ہے۔

بہت سارے اساتذہ مَاشَاءَ اللّٰہُ ایسے ہوتے ہیں جنھوں نے صرف "علم الصرف"، "میزان الصرف" پڑھانے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ دعویٰ کیا اور دعویٰ کے ساتھ دلیل بھی پیش کردی کہ جو جو انھوں نے بحثیں پڑھیں ہیں اور جو جو صیغے انھوں نے پڑھے ہوئے ہیں (مشکل صیغوں کے علاوہ)، پورے قرآن مجید میں سے کہیں کسی لفظ کا ترجمہ نہ آتا ہو بالکل ترجمہ نہ آتا ہو۔لیکن یہ طلبہ صرف شکل دیکھ کر بتادیں گے کہ یہ کون سا صیغہ ہے؟ صرف شکل دیکھ کر بالکل صحیح صیغہ بتانے پر قادر ہیں۔

اِس وقت میرے سامنے ایسے بھی نوجوان اساتذہ ہیں کہ جنھوں نے علم النحو میں معرب اور مبنی کی بحث پڑھائی۔نوجوان استاذ نے معرب اور مبنی کے بحث پڑھائی مفصّل، پڑھانے کے تین چار دن کے بعد دعویٰ کیا کہ پورے قرآن مجید میں سے کوئی بھی جگہ اِن بچوں کے سامنے کھول کر رکھ دی جائے، یہ آپ کو بتائیں گے کہ یہ معرب ہے یا مبنی؟

پھر جہاں جا کر ہماری یعنی ہم طالبِ علموں کی جان نکلتی ہے، وہ ہے اسم متمکن اور اسمِ غیر متمکن کی اقسام، تو وہ اسم متمکن اور اسم غیر متمکن کی ساری قسمیں آپ کو بتائیں گے۔اصل میں انھوں نے یہ ٹیکنک استعمال کی کہ اسم غیر متمکن کی آٹھ قسموں کو اچھی طرح یاد کرادیا۔

اسم غیر متمکن کی آٹھ قسموں کو اچھی طرح یاد کرا دیا، باقی سولہ قسموں کی طرف زیادہ دھیان نہیں دیا، کہا کہ بس دیکھو اسم غیر متمکن جو ہے وہ مبنی ہوتا ہے، اس پر پوری توجہ دو کہ یہ آٹھ قسموں میں سے ہے کہ نہیں؟ کیوں کہ آٹھ کو پہچاننا تو آسان ہے سولہ اقسام میں جانے کے بجائے، تو اِن آٹھ میں سے ہے کہ نہیں؟ اگر اِن آٹھ میں سے ہے تو ایسی صورت میں یہ اسم غیر متمکن ہے اور یہ مبنی ہوگا۔

اِجراء کا ایک طریقہ

پھر میں اس کی ٹیکنک آپ کو سمجھاؤں؟ جو میں نے اُن استاذ صاحب سے سمجھی، میں نے بچوں سے بھی اُس وقت سوال کیا، میں نے کہا: بیٹے! آپ کیسے پہچانتے ہو کہ یہ معرب ہے یا مبنی؟ مولانا! دعویٰ ہے کہ پورے قرآن مجید میں سے ہر لفظ کے بارے میں یہ بتا سکتے ہیں کہ معرب ہے یا مبنی؟۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے جب کہ اُس کو ترجمہ بھی نہیں آتا، تو میں نے طالبِ علم سے پوچھا کہ بیٹا! آپ کیسے پہچانتے ہو؟ کیسے تُکّا لگاتے ہو؟ کیا لگاتے ہو؟۔

کہنے لگے: ہمیں استاذ صاحب نے یوں سمجھایا ہے کہ سب سے پہلے دیکھو کہ یہ اسم ہے، فعل ہے یا حرف ہے؟ تین سے باہر تو ہو نہیں سکتا، تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہم اُس میں پہچان لیتے ہیں کہ یہ اسم ہے یا فعل ہے یا حرف ہے۔

پھر ہمیں استاذ صاحب نے سمجھایا کہ یہ اگر حرف ہے تو حروف سارے کے سارے مبنی ہوتے ہیں تو اگر حرف ہے تو ہم فوراً کہہ دیتے ہیں کہ مبنی ہے، یہ ایک قصہ ختم ہو گیا۔

اگر وہ فعل ہے (اب آپ اس کی گہرائی تک جایئے گا کہ استاذ صاحب نے

ان بچوں کے اندر کیا کمال پیدا کیا؟) تو فعل ماضی ہوتا ہے یا مضارع یا امر یا نہی، بس چار ہے۔ امر اور نہی کہیں کہیں آتے ہیں تو ہم پہچان جاتے ہیں، اگر وہ ماضی ہے تو ماضی مبنی ہوتا ہے، ہم کہہ دیتے ہیں کہ مبنی ہے۔

اور اگر مضارع ہو تو ایسی صورت میں مضارع معرب ہوتا ہے، پھر اُس کے اندر اعراب کی کیفیات بھی اُس نے سمجھائی، وہ الگ بات ہے، ابھی صرف معرب اور مبنی پر تو اگر وہ ماضی ہے تو مبنی ہے مضارع ہے تو معرب ہے، امر اور نہی ہے تو ہم اُس کے بارے میں بتا دیتے ہیں کہ کیا چیز ہے؟ جہاں کہیں چند جگہ صیغہ آتا ہے۔

پھر اگر وہ اسم ہے تو اسم دو حال سے خالی نہیں، یا وہ اسمِ غیر متمکن ہوگا یا متمکن، اگر اسم غیر متمکن ہے تو ہم آٹھ قسموں میں سے دیکھ لیتے ہیں، دیکھنے کے بعد فوراً ہم بتا دیتے ہیں کہ معرب ہے یا مبنی، تو میں بات کی تہ تک پہنچ گیا کہ استاذ صاحب نے اِن بچوں کو، کس طرح ٹرین کیا ہے؟ کہ وہ پورے قرآن مجید میں سے کہیں سے بھی معرب مبنی پوچھیں، بچہ بتانے کو تیار ہے۔

میں نے آپ کے سامنے جو بات رکھی ہے وہ اجراء کی ہے (جس پر بات چل رہی تھی)، اب یہ ٹیکنکس نوجوان اساتذہ کو سکھانے کے لیے کوئی مشق کی جگہیں ہوں یا ایسی نشستیں متعیّن کر لی جائیں؛ کیوں کہ ہر ایک کے اندر یہ کیفیات، یہ والا طریقہ کار اور یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔

یہ اللہ تعالیٰ نے ودیعت رکھی ہوتی ہے اور خدا داد صلاحیت دی ہوتی ہے، اب اگر یہ خدا داد صلاحیتیں اللہ نے جن کو دی ہوئی ہے وہ اساتذہ اجراء پر اُن کی توجہ لگائیں کہ کس طرح سے صیغوں کو معلوم کرنا ہے؟ کس طرح نحو کا اجراء کرنا ہے؟ تو اِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْعَزِيْز بہت مفید ہوگا۔

اب مشکل یہ ہے کہ ہمارے یہاں بس شروع کے دو درجوں میں صَرف ہوتی ہے اور چار درجوں تک نحو ہوتی ہے۔ چار درجوں میں سے "شرح الجامی" کوتو آپ نحو سے نکال دیں، کیوں کہ "شرح الجامی" سے نحو تونہیں آتی۔ جہاں تک "کافیہ" ہے ٹھیک ہے اگر اُس میں لمبی بحثیں نہ ہوتو اُس سے کچھ نہ کچھ نحو آتی ہے، کل نحو کو سمجھنے کے لیے "نحو میر"، "علم النحو" اور "ہدایۃ النحو"، بس یہ رِہ گئی۔

اب دو سالوں کے اندر صرف ونحو پوری ہوجاتی ہے، اب اِس کے اندر اجراء نہ ہوتو ایسی صورت میں بڑی کتابوں پر پہنچنے تک پھر طالب علم یہ نہیں طے کر پاتا کہ اس کو کیسے جاری کرنا ہے؟ لہٰذا اگر اجراء کروا دیا جائے تو ایسی صورت میں اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ صرف ونحو کا اصل مقصد سمجھ میں آجائے گا۔

دسویں ہدایت

سبق کو عام زندگی کے اندر جاری کرنا

اب میں تھوڑی سی اور بات منطق کے بارے میں عرض کروں گا؛ کیوں کہ "منطق" بھی آپ حضرات کے یہاں ابتدائی درجات کے نصاب میں داخل ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایسے نوجوان اساتذہ ملے، جنھوں نے "تیسر المنطق" پڑھائی اور اس "منطق" کو عام زندگی کے اندر جاری کر کے دِکھایا، میں اُن استاذ صاحب کے پاس بیٹھا تو میں نے عرض کیا کہ آپ کے بارے میں...... میں نے ایک بات سنی ہے، مَاشَآءَ اللّٰہُ آپ "منطق" کو عام زندگی کے اندر مثالوں کے ساتھ جاری کرتے ہیں۔

سبق کو عام زندگی کے اندر جاری کرنے کی ایک مثال

میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ جب منطق پڑھاتے ہیں تو اُس میں اکثر مثال حلوے کی دیتے ہیں، میں نے اُن سے عرض کیا: بیٹے! آپ اپنے شاگردوں کو دلالت مطابقی، تضمنی اور التزامی کو حلوے کے اوپر منطبق کر کے کیسے بتاتے ہیں؟ کہنے لگے: "کسی وقت شاگردوں کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور اُن سے معلوم کر لیتے ہیں۔"

چناں چہ جب شاگردوں کے ساتھ بیٹھنا ہوا تو معلوم ہوا کہ اگر کسی کو بھوک لگی ہو اور وہ کہے: "مجھے حلوہ کھلاؤ۔" تو اِس سے مراد دلالتِ مطابقی ہے، پھر حلوہ کی دلالت حلوے پر مطابقی ہے، کیوں کہ اُس کے سارے اجزاء مراد ہیں۔

اور اگر اُس نے کھانا کھایا، کھانے کے اندر مرچیں بہت زیادہ تھیں تو اس نے کہا: "یار! کوئی حلوہ شلوہ کھلاؤ" اب لفظِ حلوہ کی دلالت صرف اور صرف چینی پر ہے تو یہ دلالت تضمنی ہوئی؛ کیوں کہ اب سارے اجزاء مراد نہیں ہیں۔

اور اگر اُس کو ٹھنڈ لگ رہی تھی، (اُس نے کھانا کھایا تھا، بعد میں میٹھا وغیرہ بھی کھا لیا تھا) اُس کے بعد اُس نے کہا: "کوئی حلوہ شلوہ کھلاؤ" تو اب لفظِ حلوہ کی دلالت وہ صرف گرمی پر ہے، یعنی کوئی گرم چیز کھلاؤ، سردی لگ رہی ہے تو اب حلوے کی دلالت گرمی پر یہ دلالت التزامی ہے۔

اب کہاں وہ مثال ہے کہ لفظِ انسان کی دلالت حیوانِ ناطق کے مجموعے پر ہو تو یہ دلالتِ مطابقی ہوگی اور لفظِ انسان کی دلالت صرف حیوان پر یا صرف ناطق پر ہو تو یہ دلالتِ تضمنی ہوگی اور اگر لفظ انسان کی دلالت علم کی قابلیت پر ہو تو ایسی صورت میں یہ دلالتِ التزامی ہوگی۔

مولانا! اگر یہی سمجھایا تو یاد رکھ لیجیے گا کہ طالب علم معاشرے میں اپنی زندگی

کے اندر منطق کا انطباق نہیں کرسکتا، (یہ جو میں نے سنایا ہے وہ "تیسر المنطق" کی عبارت سنائی ہے، "تیسر المنطق" کی عبارت ایسی ہی ہے) تو وہ عام زندگی کے اندر اس منطق کا انطباق نہیں کر پائے گا، بعد میں کیا کہے گا: "کیا ضرورت ہے منطق پڑھنے کی؟ کیا فائدہ ہے منطق پڑھانے کا؟" ایسے ہی طالبِ علم یہ کہتے ہیں۔

اگر اُستاد نے منطق کو زندگی کے اندر منطبق کر دیا تو ایسی صورت کے اندر ٹھیک ہے؛ ورنہ! پھر میں تو صاف لفظوں کے اندر عرض کر دوں گا، (منطق سے چاہے کسی کو اختلاف ہو) جو بندہ منطق اور فلسفہ پڑھا ہوا نہیں ہوتا وہ تفسیر "بیان القرآن" نہیں سمجھ سکتا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر "بیان القرآن" کو نہیں سمجھ سکتا۔ میرے نزدیک بیان بھی کرے گا تو وہ بغیر سمجھے بیان کرے گا۔

میں نے تو حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب کا حوالہ بھی نہیں دیا، آج کل کا فارغ التحصیل طالب علم (آپ تو عالم ہیں، آپ پڑھ سکتے ہیں) جو منطق اور فلسفہ نہیں جانتا اور اُس میں مہارت نہیں رکھتا تو حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا ایک صفحہ بھی نہیں پڑھ سکتا، ایک ایک صفحے کے اندر منطق اور فلسفہ کے اصطلاحات کی بھر مار ہے۔

طالبِ علموں کے سامنے سبق کی اہمیت بیان کرنا

ایسی صورت کے اندر جو بات سمجھنے کی ہے وہ کیا ہے؟ اب وہ مدرّس منطق پڑھا رہا ہو اور اسباق کے اندر یہ کہہ رہا ہو کہ مجھے منطق کی کتاب انھوں نے دے دی (کیوں کہ کئی کتابیں منطق کی ایسی ہوتی ہے جو کہ آپ حضرات کے یہاں ممکن ہے

کہ "سلّم العلوم، قطبی" وغیرہ نکال دی گئی ہو، کیوں کہ یہ کتابیں استاد کو بدنام کرنے والی کتابیں ہوتی ہیں، اس سے نیک نامی بہت کم استاذ پاتے ہیں)۔

اب اگر اُس کے ذہن میں بات ہی یہ ہو کہ منطق فلسفہ وغیرہ بالکل بے کار چیزیں ہیں اور طلبہ کے سامنے بھی یہ بات دُھرا رہا ہو تو پھر میں اُس کے لیے ایک مثال عرض کروں گا، بہت گھٹیا سی مثال ہے۔

اگر آپ کسی پھل والے سے کیلے خریدنے کے لیے جائیں اور اُس کے پاس وہ کیلے رکھے ہوئے ہوں، جو ذرا ہلکے ہلکے کالے کالے ہونے لگ گئے چتری والے، ذرا تھوڑے سے نشان کالے کالے پڑنے شروع ہو گئے، تو آپ اُس سے کہیے کہ مجھے یہ کیلے لینے ہیں، کیلے کیا بھاؤ ہیں؟ تو وہ بتاتا ہے کہ اتنے کہ درجن ہیں، آپ کہتے ہیں کہ کیلے کیسے ہیں؟ اچھے ہیں؟

آگے سے دوکان دار کیا کہتا ہے: (اس کے الفاظ غور سے سنیے!) "بس جی کیا کرنا، ایک ہفتہ ہو گیا ہے، میں نے کیلے لا کر رکھے ہوئے ہیں، اب تو کیلوں کے کھانے کا ذوق ہی نہیں رہا، لوگوں کے اندر پھلوں کے کھانے کا ذوق ہی نہیں رہا، مہنگائی اتنی زیادہ ہو گئی ہے کہ لوگ خرید ہی نہیں سکتے، لیتے ہی نہیں ہیں لوگ، اب دیکھو کہ چار پانچ دن ہو گئے ہیں، میں نے کیلے لا کر رکھے ہوئے ہیں، آپ کو لینا ہے تو لے لیں۔" اُس دوکان دار سے کوئی بہت احمق ہو گا جو کیلے لے گا۔

لیکن اگر آپ کسی دوکان دار کے پاس گئے، اُس کے پاس اُسی طرح کے کیلے پڑے ہوئے تھے کالے کالے نشان والے۔ آپ نے کہا: "اچھے سے کیلے دِکھاؤ؟" کہے گا: "مولانا صاحب! یہ بہترین کیلے ہیں، ملائی کیلے ہیں۔" "نہیں یار کوئی اچھے سے کیلے دِکھلاؤ، یہ تو کچھ کالے کالے نظر آرہے ہیں، تو وہ آگے سے کیا کہتا ہے: "کیا

کچے کیلے بھی کوئی کھانے کی چیز ہوتی ہے؟ یہ پکے ہوئے کیلے ہوتے ہیں، چتری کیلے ہوتے ہیں، ملائی والے کیلے ہوتے ہیں۔" یقیناً انسان اُسی وقت کیلے لے لے گا۔

جس دوکان دار کے پاس جو مال پڑا ہوا ہے، جو مال وہ گاہک کو بیچ رہا ہے، جب تک اُس کے اپنے دل کے اندر اپنے مال کی قدر نہیں ہوگی، وہ گاہک کو نہیں بیچ سکتا۔ مثال، ممثّل لہ میں ادنیٰ مطابقت کافی ہے، ورنہ مولانا! آپ یہ نہیں کہیے گا: "ہم بیچ تھوڑی رہے ہیں۔"

مثال، ممثّل لہ میں ادنیٰ مطابقت کافی ہے، جس طرف میں ذہن لے جانا چاہتا ہوں، بس اتنا ذہن رکھیے گا، ورنہ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ آپ کتابیں بیچتے ہیں، آپ علم بیچتے ہیں، جو بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ جب انسان کے اندر اپنے مال کی قدر ہو تو ایسی صورت میں دوسرے کے اندر اُس مال کی قدر پیدا کر سکتا ہے۔

بعض نوجوان اساتذہ کو میں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھاتے ہوئے دیکھا، وہ "تعلیم الاسلام" پڑھا رہے تھے اور پہلے دِن کا سبق جب شروع ہوا تو وہ کہنے لگے:

(اب دیکھیے! اگر "تعلیم الاسلام" کسی استاذ کو دے دی جائے، عالم ہو، فارغ التحصیل ہو، نقشے میں اُس کے نام کے آگے "تعلیم الاسلام" لکھی ہو تو بسا اوقات وہ عام طور پر ساتھیوں کو بتاتا بھی نہیں ہے کہ مجھے پڑھانے کے لیے "تعلیم الاسلام" ملی ہے، ساتھی پوچھتے ہیں: "کون کون سی کتاب پڑھانے کو ملی ہے؟" تو "تعلیم الاسلام" نہیں بتاتے، باقی جو کتابیں ہیں وہ بتاتے ہیں، ذہن میں کیا قدر ہے؟)

لیکن ایک نوجوان استاد کو دیکھا کہ وہ "تعلیم الاسلام" پڑھا رہا تھا، پہلے دن اُس کے سبق کا انداز یہ تھا: "بیٹا! اللہ نے یہ کتاب مجھے آپ لوگوں کو پڑھانے کی توفیق دی ہے، یہ ایسی کتاب ہے بس اگر آپ نے یہ کتاب سمجھ کر پڑھ لی تو

آدھے مفتی بن جاؤ گے۔" اب دیکھیے! بات تو اُس نے درست کی ہے، کہنے لگے کہ اگر تم نے یہ کتاب سمجھ کر پڑھ لی تو آدھے مفتی بن جاؤ گے۔

اب دیکھیے! پہلے دن اُس نے بچوں میں "تعلیم الاسلام" کے بارے میں زوردار قسم کا انجکشن لگایا۔

اگر اُس کا پہلے دِن بیان یہ ہوتا کہ بس مدرسہ والوں نے یہ کتاب نقشہ میں لکھ دی ہے، یہ کتاب کوئی پڑھانے کی ہے؟ بس اردو میں ہے یہ کتاب، بس ٹھیک ہے تم پڑھ لیا کرو، میں سن لیا کروں گا، یاد کر کے آجایا کرو۔

ورنہ میں تو اول، دوم، سوم آنے والا تھا، اتنی پوزیشن لینے والا تھا، ان کو چاہیے تھا کہ مجھے کوئی بڑے درجے کی کوئی بڑی شاندار کتاب دیتے، کوئی فنی قسم کی کتاب دیتے، بس مدرسہ والوں نے لکھ دی ہے، مہتمم صاحب یا ناظم صاحب کو اور کوئی ملا نہیں ہوگا؟ یہ کتاب مجھے پڑھانے کے لیے دے دی۔

شاگردوں کے سامنے تقسیمِ اسباق پر تبصرہ نہ کرنا

اب میں معذرت چاہتا ہوں، طلبہ کے سامنے درس گاہ میں تقسیمِ اسباق پر تبصرہ ہو رہا ہے۔

اللہ کے بندوں! وہاں کیا ضرورت ہے تبصرہ کرنے کی؟ وہاں تبصرہ نہ کیجیے، وہاں ہرگز تبصرہ نہ کیجیے، وہاں تو جو مال آپ کو بیچنا ہے (میں یہ لفظ بول دیتا ہوں، مثال، ممثل لہ میں ادنیٰ مطابقت کافی ہے) وہ جو آپ کتاب بیچ رہے ہیں، وہ جو علم

منتقل کرنا چاہتے ہیں، وہ علم جو اُن کو دینا چاہتے ہیں، اگر انسان کے اندر اُس کی قدر ہو تو ایسی صورت میں اُس کی "تعلیم الاسلام"، وہ "ہدایہ" سے کم نہیں ہے، پھر اُس کے لیے وہ "ہدایہ" سے کم نہیں ہے۔

تیرہویں ہدایت

مصنّف کے حالاتِ زندگی وفضائل اور فنّ کی مبادیات تیار کرنا

کتاب کی قدر ومنزلت پیدا کرنے کے لیے کتاب کو شروع کرنے سے پہلے علیا والے بھی اور تحتانی درجات والے بھی اپنا ایک مزاج بنالیں، (اور آپ حضرات نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بنایا ہوا بھی ہے، یہ باتیں تو دہرانے اور تکرار کی ہیں) کہ ہر کتاب کو شروع کرنے سے پہلے اُس کتاب کے مصنّف کے حالاتِ زندگی تیار کرلیا جائے۔

پھر اُس کے ساتھ ساتھ جو فن پڑھا رہے ہیں اُس فن کی تعریف، موضوع اور غرض جن کو مبادیات اور ابتدائی بنیادی باتیں کہتے ہیں، ہر کتاب کو شروع کرنے سے پہلے اُس کی تیاری فرمالیں، مصنف کے حالات بھی بتائیں، کچھ مصنف کے فضائل ہوں وہ بھی بتایئے، ذہنی استعداد کے مطابق اُن میں منتقل کیجیے۔

سبق کا آغاز اِس طرح ہو اور پھر جو سبق بھی آپ کے پاس ہو، اُس کی اہمیت طالبِ علم کے اندر اُتار دی جائے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ اُس کو یاد کرکے، خوب اچھی طرح اُس کی تیاری کرکے، پھر اُس کے بعد آگے جایا جائے اور روزانہ کا سبق سنا جائے۔ یہ پوری بات کا خلاصہ ہوگیا۔

بڑے درجات میں کتاب کے ساتھ اُنس وتعلق پیدا کرنا

اس کے بعد آگے درجہ ثانیہ، ثالثہ، رابعہ، خامسہ اور اُس کے اوپر کی کتابیں دورہ اور موقوف علیہ سے ذرا پہلے تک کی کتابیں، اُن کتابوں کے اندر اِن باتوں کا دھیان رکھنا ضروری ہے؛ لیکن وہاں پر ہر ایک سے سبق نہیں سنا جاسکتا؛ کیوں کہ کتابوں کی خواندگی بھی بڑھانی ہوتی ہے اور مقدار بھی بڑھانی ہوتی ہے۔ یہ بھی اساتذہ کے سامنے ایک بہت بڑا مسئلہ ہوا کرتا ہے کہ کتاب کو کس طرح پورا کرایا جائے؟

اب وہ پورا کرانے کے لیے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یہاں ایسی روِش نہیں ہے؛ لیکن باقی جگہوں میں روِش حقیقتاً یہی دیکھنے کو ملتی ہے، جو آپ حضرات کے ذہنوں میں بھی کسی نہ کسی درجے میں ہوگی اور آپ نے بھی کہیں نہ کہیں سنا ہوگا، وہ والا جملہ کہ جناب! سال کے شروع سے لے کر سہ ماہی تک استاد کو بھی کتاب سمجھ میں آتی ہے، طالبِ علم کو بھی سمجھ میں آتی ہے۔ سہ ماہی سے لے کر ششماہی تک استاد کو کتاب تو سمجھ میں آتی ہے کہ میں کیا پڑھا رہا ہوں، شاگرد کو سمجھ نہیں آتا کہ کتاب کیا ہو رہی ہے؟ لیکن ششماہی سے لے کر سالانہ تک نہ استاد کو پتہ ہوتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے؟ نہ شاگرد کو پتہ ہوتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے؟ اور کتاب چل رہی ہوتی ہے۔

لیکن بعض اساتذہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ واقعی سال کے آغاز سے لے کر سہ ماہی تک کتاب کے ساتھ اُنس وتعلق پیدا کر دیتے ہیں۔

کتاب کے ساتھ اُنس وتعلق پیدا کرنے کا طریقہ

ان درجوں کی کتابوں میں طالبِ علموں کا تعلق اور اُنس کیسے پیدا ہوتا ہے؟
تین چیزوں پر کم ازکم گرفت ہوجائے تو اُس کتاب سے اُنس ہوگا اور طالبِ علم اُس استاد کی، اُس کتاب کے بارے میں یہ جملہ کہہ سکے گا کہ "مجھے یہ کتاب آتی ہے۔"

دیکھے! ایک خاص طالبِ علموں کا جملہ ہے کہ مجھے کتاب آتی ہے، یار یہ کتاب نہیں آتی بس، یہ کتاب آتی ہے، طالب علم تب کہتا ہے جب استاد اُس کو تین چیزوں پر گرفت پیدا کروادیتا ہے:

① عبارت ② ترجمہ

③ مفہوم (یعنی مصنف نے اُس میں کیا بات کہی ہے؟)

مثال کے طور پر آپ "ھدایۃ النحو" کو لے لیجیے، یہ ایک فصل ہے اُس کی عبارت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایسے مدرسین سے ملاقات کی توفیق ہوئی ہے، آپ میں سے سب ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سارے ہی ایسے ہیں؛ اس لیے بار بار عرض کررہا ہوں کہ تقابل یا جرح مقصود نہیں ہے، صرف تذکرہ مقصود ہے۔

ایسے اساتذہ سے ملاقات ہوئی ہے جن کا دعویٰ تھا کہ میں "ھدایۃ النحو" پڑھاتا ہوں، عیدالاضحیٰ کے بعد سہ ماہی امتحان کے قریب اُن کا دعویٰ تھا کہ میری درس گاہ میں کوئی طالبِ علم عبارت پڑھتے ہوئے کسی حرف پر بھی اعراب غلط نہیں پڑھ سکتا۔

اُس استاذ کا دعویٰ ہے "ھدایۃ النحو" کا سبق جو میں اب تک پڑھا چکا ہوں، اُس میں کوئی طالبِ علم ایک زبر، زیر کی غلطی نہیں کرسکتا۔ یہ نہیں کہا کہ کرتا نہیں ہے، بل کہ: نہیں کرسکتا۔

میں نے اُن استاذ صاحب سے ٹیکنک بھی سمجھی کہ وہ کرتے کیا ہیں؟ وہ کرتے یہ تھے کہ ہر روز جو سبق ہوتا تھا، پہلے شروع شروع میں خود عبارت پڑھتے تھے۔

شروع شروع میں خود عبارت پڑھتے تھے، پھر ترجمہ کرتے تھے اور پھر اُس کا مفہوم سمجھاتے تھے، پھر اُس کے بعد اگلے دن سبق سنتے تھے تو سبق میں یہ پابندی ہوتی تھی کہ جو میں نے کل سبق پڑھایا ہے، آج آپ سنائیں گے، اس کے اندر اعراب کی غلطی نہیں ہونی چاہیے۔

طے کر دیا کہ میں برداشت نہیں کروں گا کہ کوئی میرے سامنے غلط لفظ پڑھے، لڑکا مجبور ہو گیا۔

قطرہ   قطرہ   دریا   شود
ذرہ   ذرہ   صحرا   شود

آہستہ آہستہ اُن کا مزاج بنتا چلا گیا، انھوں نے کہا کہ یہ استاذ تو ہر روز عبارت کے اندر تو پکڑ کر کھینچ دیتا ہے، ایک زبر، زیر بھی غلط پڑھا جائے، ایک اعراب کی بھی غلطی ہو جائے، ایک طریقہ تو یہ والا ہے۔

بعض اساتذہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بہت ذہین، بہت قابل اللہ تعالیٰ نے اُن کو بڑی صلاحیت دی ہوتی ہے اُن کا بھی طریقہ ہے؛ لیکن بسا اوقات اُس طریقے پر گرفت کر پاتے ہیں اور بسا اوقات گرفت کر نہیں پاتے، بعض اساتذہ کو وہ ڈھنگ اچھا لگتا ہے لیکن اُس پر وہ اس طریقے سے گرفت کر نہیں پاتے۔ وہ طریقہ کیا ہے؟

وہ یہ کہ بسا اوقات ایک ایک صیغے پر (یقین جانیے بغیر مبالغے کے عرض کر رہا ہوں) پانچ پانچ، چھ چھ منٹ ضائع کر دینا اُن کا معمول ہے، ایک لفظ غلط پڑھا، تم بتاؤ، تم بتاؤ؟ ہاں! تم بتاؤ؟ پڑھا نہیں ہے، یاد نہیں کرتے، کیا پڑھ کر آئے ہو؟

صَرف نہیں پڑھی؟ نحو نہیں پڑھی؟ وقت برباد کر کے آئے ہو، لعن طعن میں پانچ چھ منٹ گزر گئے۔ اب ایک یہ بھی طریقہ ہے، یہ بھی ایک طریقہ ہے، یہ بھی درس گاہوں میں ہو رہا ہے۔ لیکن یہ انتہائی ناقص طریقہ ہے۔

وہ الگ چیز ہے کہ شاگرد کو ابھارنا، اُس کو ترغیب دینا اور اس کے اندر سے نکالنا، اُس کے اندر سے مشق کرنا؛ لیکن اس پر وقت ضائع نہ ہونے دیا جائے، کہ ایک شاگرد کے اوپر ایک چیز سامنے رکھ کر اُس کے اوپر اوپر رہنا، پھر اُس کے اوپر وقت بھی زیادہ لگانا، یہ وہ اساتذہ کرتے ہیں جو پھر طالبِ علموں کے اندر جستجو کی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ کہ وہ خود غور کر کے اس کو نکالے۔ صرف استاذ کے رٹے ہوئے الفاظ پر نہ جائے، وہ اجراء کے اندر ٹھیک ہے، لیکن ایک لفظ کو پکڑ کر اُس میں وقت ضائع کرنا، لعن طعن میں وقت زیادہ ضائع کرنا، اِس کے بجائے اس کو بتا کر آگے چلا جائے، کبھی کبھار ایسا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں؛ لیکن روزانہ کے سبق میں معمول نہ بنانا چاہیے۔ یہ نقصان دہ ہے۔

ان استاذ صاحب نے پھر مجھے ترجمہ کے بارے میں کہا کہ ترجمہ کے بارے میں بھی یہی ہے کہ میں "قدوری" پڑھاتا ہوں، اس میں نہ کوئی لڑکا عبارت غلط پڑھتا ہے، نہ ترجمہ غلط کرتا ہے۔

پھر اس کے اندر مفہوم کہ کہاں سے کہاں تک عبارت ہوئی ہے؟ اور اس میں مسئلہ کیا بیان کیا گیا ہے؟ یہ زیادہ تر پیچیدگی پیش آتی ہے "کنز الدقائق" اور "قدوری" میں، بعض اساتذہ عبارت پڑھتے ہیں، لمبی عبارت پڑھتے ہیں، لمبا ترجمہ کرتے ہیں، مفہوم بتاتے ہیں۔ بس سبق ہو گیا، لیکن یقین جانیے کہ شاگردوں کو پتہ نہیں ہوتا کہ کون سا مسئلہ کہاں سے شروع ہوا ہے اور کہاں ختم ہوا ہے؟۔

پندرھویں ہدایت

ہر مسئلے کی عبارت جدا کرنا

"قدوری، کنزالدقائق" وغیرہ میں یہ بات بہت زیادہ سامنے آرہی ہے، وہاں استاد پہلے خود ذہنی طور پر تیاری کرلے کہ کہاں سے جملہ شروع ہوتا ہے؟ کہاں ختم ہوتا ہے؟ اور سبق پڑھاتے ہوئے اگلے مسئلے کا لفظ زبان پر نہ آنے دے۔

کمال ہے اُس استاذ کا کہ وہ بول رہا ہے، بولتے بولتے عبارت پڑھی اور عبارت پڑھ کر اُس جملے پر جہاں جملہ ختم ہورہا ہے وہاں وہ بالکل رُک گیا، اگلا لفظ منہ سے نہیں نکالا۔

یاد رکھیے گا! اگر استاذ کی عادت ہو کہ وہ اگلا لفظ بھی زبان سے نکالتا ہے تو شاگردوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ استاد جی کو نہیں پتا کہ کہاں بات شروع ہوتی ہے؟ کہاں ختم ہوتی ہے؟ اگر پڑھتے پڑھتے وہ اور تھوڑا سا آگے چلا گیا پھر ترجمہ کرتے وقت ایک جگہ رک گیا، پھر تو شاگرد کو پتہ چل جاتا ہے کہ پہلے استاد کو نہیں پتہ تھا کہ مسئلہ کہاں پر پورا ہوتا ہے؟ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ شاگردوں کو آتا ہو یا نہ آتا ہو، نالائق ہوتے ہیں؛ لیکن ان کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ استاد جی آج مطالعہ کرکے آئے ہیں یا نہیں آئے؟۔

رائے ونڈ کے بزرگوں کے پڑھانے کا طریقہ

اللہ تعالیٰ رائے ونڈ کے بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ وہاں کے اساتذہ کا پڑھانے کا ایک مزاج ہے کہ جناب اساتذہ خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔

وہاں بعض کتابوں کے اندر پڑھانے کا ایک مخصوص طریقہ ہے کہ شاگرد مطالعہ کرکے، تیاری کرکے آتے ہیں، اور وہی سب کچھ بتاتے اور بیان کرتے ہیں۔ استاذ صاحب اگر کوئی غلطی ہو تو اصلاح کردیتے ہیں۔ یہ بھی پڑھانے کا ایک طریقہ ہے لیکن عام مدارس کے اندر اس طریقے کو کوئی بہت مہارت رکھتا ہو تو چلا سکتا ہے۔

ہمارے جو نوجوان اساتذہ ہیں وہ بسا اوقات کہتے ہیں یہ بہت اچھا طریقہ ہے، اس میں استاذ کو محنت بھی نہیں کرنی پڑتی، استاذ کو خاموش بیٹھنا پڑتا ہے، وہ یہ سمجھے کہ رائے ونڈ کے اندر جو اساتذہ پڑھاتے ہیں، وہ اصل میں خاموش بیٹھے رہتے ہیں، سارا زور شاگردوں پر ہوتا ہے، لہٰذا ہمیں نہ مطالعے کی ضرورت ہے، نہ سبق یاد کرنے کی، اللہ کے بندوں! وہاں تو ماہر ترین بیٹھے ہوتے ہیں، وہاں ماہر ترین بیٹھے ہیں، تب کہیں جا کر انھوں نے یہ کیفیات اپنائی ہے۔

یہ نہیں کہ یہ طریقہ بہت اچھا ہے، اس میں استاد کو کچھ یاد ہی نہیں کرنا پڑتا، بس استاد بیٹھا رہتا ہے، طالب علم بولتا رہتا ہے، ہمیں اپنا دماغ بھی خرچ کرنا نہیں پڑتا۔ نہیں! اِس طریقے کو اختیار کرنے کے لیے اس کے پیچھے پسِ پردہ کیا ہے؟ اس کو بھی سمجھنا ہوگا۔

اُس پر جو انھوں نے زندگی خرچ کردی اس کو بھی سمجھنا ہوگا، جتنی گہرائی تک اُن کا مطالعہ ہوتا ہے اور جتنی گہرائی تک ان کو کتابیں ازبر ہوتی ہیں۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر یہ طریقہ کارمفید ہوتا ہے اور اگر ہم یہ طریقہ کار اختیار کرنا شروع کردیں کہ بس یہی اچھا طریقہ ہے، مطالعہ نہیں کرنا پڑتا۔ نہیں! پھر اس سے مفید نتائج برآمد نہیں ہوتے۔

مختصر و جامع تقریر کرنا

عبارت، ترجمہ، مفہوم یہ کرنے کے بعد نمبر چار پر آئیں گی تقریر اور تشریح۔

"کافیہ" کے اندر ٹھیک ہے کہ ایک وقت تھا (ہم لوگوں نے بھی پڑھایا) تو اُس وقت یقین جانیے کہ وہ "تحریر سنبٹ" اور "سوال کابلی" اور فلاں فلاں۔ "کافیہ" پڑھاتے وقت وہ ایک طرز تھا، اب وہ نہ ذہنی صلاحیتوں میں بھی ظاہر ہے:

"ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ." [1]

اب آگے جاتے رہے انحطاط کا زمانہ آرہا ہے تو ایسی صورت میں انحطاط کی کیفیت کے اندر اب "کافیہ" وغیرہ اور اِس قسم کی کتابوں کو اس طرح پڑھایا جائے کہ فن سے آشنائی ہو جائے۔ بہت لمبی چوڑی تشریحات میں اتنی دور نکل جانا کہ جس سے اصل چیز درمیان میں سے ہاتھ سے نکل جائے۔ اُس سے بچنے کی کوشش کی جائے، تشریح ضرور کی جائے، اُس میں حواشی، شروحات اور اس میں جتنا آپ بات کو کھول سکیں، کھول لیجیے۔

مطالعہ کی ہر بات نہ بتانا

آخری بات یہ عرض کروں گا کہ بڑی کتابوں کے اندر خوب مطالعہ کیجیے۔

---

[1] صحیح البخاری، فضائل الصحابۃ، باب فَضَائِلِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، الرقم: ۳۶۵۱

لیکن مطالعہ کرنے کے بعد طے فرمالیجیے کہ لڑکوں کے سامنے میں نے کل صبح سبق کے اندر کیا منہ سے اُگلنا ہے؟ کتنی بات نکالنی ہے؟۔

اُگلنے کا لفظ میں نے بڑا گھٹیا لفظ بولا ہے، یہ اس لیے بولا کہ رات جو مطالعہ کیا، صبح پورا کا پورا سبق کے اندر اُگل لیا، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ لڑکوں کو کچھ سمجھ میں آجائے، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ سب کی گرفت میں آجائے۔

اگر رات خوب مطالعہ کیا، خوب جناب اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا، پھر طے کرلیا میں نے صبح بیان کیا کرنا ہے؟ سبق کیا پڑھانا ہے؟ میں نے دماغ میں کیا بات اتارنی ہے؟ اگر یہ طے کر کے انسان بڑی کتابوں کے اندر آئے تو مولانا! طلبہ کو محسوس ہوتا ہے کہ استاذ ہمیں بڑے پُر مغز طریقے سے پڑھاتے ہیں۔

میں نے ایک لفظ بولا کہ شاگرد سمجھتا ہے کہ یہ استاذ بڑے پُر مغز طریقے سے جامع مانع کلام کر کے ایک بڑی محدود گفتگو کر کے سمجھاتے ہیں اور اس محدود گفتگو کے پیچھے مطالعہ طالب علم بھی محسوس کرتا ہے کہ یہ استاد رات کو خوب مطالعہ کر کے آئے ہیں، سب کچھ رگڑ کر پیس کر آئے ہیں۔ اُس کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس وقت یہ چند لفظ بول رہا ہے لیکن ان الفاظ کے پیچھے کچھ ہے، یہ کچھ تیاری کر کے آیا ہے، اِس کا ذہن بالکل واضح ہے۔

پھر اس کے بعد جو بڑے درجے کی کتابیں، موقوف علیہ اور دورۂ حدیث کی کتابیں ہیں اُن میں پھر کتاب کو چلانے کا جو طریقہ میں نے عرض کیا تھا کہ کتاب کے ساتھ سہ ماہی سے لے کر ششماہی تک واقعی خوب اچھی طرح اُنس پیدا کیا جائے۔ اُنس پیدا کرنے کے بعد پھر آگے چل کر آہستہ آہستہ رفتار بڑھائی جائے۔

درمیان والی اور بڑی کتابوں میں طلبہ ہی کو عبارت پڑھنے کو کہا جائے،

ترجمہ ومفہوم استاذ بیان کردیں، ترجمہ میں بھی بہت زیادہ وقت لگانے کے بجائے جہاں ضروری ہو، وہاں ترجمہ کردیا جائے اور مفہوم بتادیا جائے۔

پھر جہاں آجائے ششماہی کے بعد تو وہاں کتاب کو اس طرح چلایا جائے کہ کتاب کی نفسِ عبارت بھی طالب علم کو سمجھ میں آرہی ہو، ترجمہ بھی سمجھ میں آرہا ہو اور ساتھ ساتھ اُس کا مفہوم بھی سمجھ میں آتا جائے، ہر مسئلے کا مفہوم سمجھ میں آتا جائے۔

اِس طرح کتاب کو چلایا جائے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کتاب بھی پوری ہوجاتی ہے، کافی حد تک پوری ہوجاتی ہے۔ درمیان میں کچھ مباحث ایسی ہوتی ہیں جن میں صرف نظر کرنا پڑتا ہے، اُس میں طالبِ علم کو اتنا کچھ سمجھا دیا جائے، جس سے اُس کو بنیادی باتیں سمجھ میں آجائے اور پھر آگے چلا جائے۔

اٹھارویں ہدایت

دورۂ حدیث کی کتابوں میں مباحِث کو تقسیم کرنا

پھر آخر میں عرض کروں گا کہ دورۂ حدیث کی جو کتابیں ہیں، اِن میں جِن مدارس کے اندر یہ والا طریقہ کار اختیار کیا گیا کہ مباحث کو تقسیم کرلیا گیا۔ مثال کے طور پر کتاب الطھارۃ، کتاب الصلاۃ فلاں استاذ اس پر تقریر فرمائیں گے، باقی حدیث کی کتاب کے اندر عبُور ہوگا، پھر اِسی طرح فلاں فلاں کتاب، مثال کے طور پر کتاب البیوع ہے اور کتاب النکاح ہے فلاں فلاں استاذ اس پر بیان کریں گے اور باقی عُبور ہوگا، باقی عبارت پڑھیں گے اور عبارت پڑھ کر آگے چلیں گے۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر کتاب البیوع جس کے ذِمے ہے، جس کے ذِمے کتاب النکاح اور کتاب الطلاق ہے، جس کے ذمّے کتاب الطھارۃ،

کتاب الصلوۃ اور کتاب الصوم ہے (جو باب تقسیم کردیے گئے ہیں) وہ استاذ اُس میں مہارت پیدا کرلیتا ہے اور اس میں زیادہ وقت لگاتا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ طلبہ کو بھی بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

دورۂ حدیث کے اندر ایسی کوشش کرلی جائے، بجائے اِس کے کہ سارے استاذ کتاب الطھارۃ اور کتاب الصلاۃ پر سارا زور لگائیں اور کتاب البیوع پر سب کے سب دوڑ لگائیں اور کتاب البیوع سے متعلق احادیث، نکاح اور طلاق سے متعلق احادیث پر صرف عُبُور ہو۔

ورنہ! طالبِ علم کو ساری زندگی پتہ نہ چلے گا کہ اِن احادیث میں کیا بیان ہوا ہے؟ اور یہ کہ ہمارے معاملات کے بارے میں اور ہمارے معاشرت کے بارے میں بھی ارشاداتِ نبویہ موجود ہے؟ یہ بات اُس کے ذہن میں نہ ہو تو ایسی صورت میں بڑی دِقّت کی بات سامنے آتی ہے۔

اللہ کرے کہ ایسی صورتِ حال سامنے آجائے، مشورہ میں ایسی بات آجائے کہ جناب موضوعات تقسیم ہوجائیں اور تقسیم ہونے کے بعد پھر بڑی کتابوں کے اندر، خاص طور پر دورۂ حدیث کی کتابوں میں ابواب تقسیم ہوجائیں اور ہر طالبِ علم کے سامنے جو بھی موضوع ہے مثال کے طور پر کتاب الفتن ہے، ابواب الفتن ہے، ابواب اشراط الساعۃ ہے قیامت کی علامات ہیں وہ بالتفصیل آجائے۔

آپ دیکھیے! کہ یہ ایسے ابواب ہیں جو کہ آج کل لوگوں کے سامنے ان حدیثوں کو بیان کرنے کی ضرورت ہے، ہمارے یہاں چوں کہ عُبُور ہوتا ہے، اس وقت جلدی جانے کی کیفیت ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ احادیث سے متعلق جو معاشرتی طور پر سامنے آنے کی چیزیں ہوتی ہیں، وہ رہ جاتی ہیں۔

جن مدارس میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مشائخ نے اِس پر محنت کی ہے، اُن کو بڑی حد تک کامیابی بھی ہوئی ہے۔ اگرچہ مشائخ کو (مشکل یہ ہے کہ مشائخ ہوتے ہیں سب کے سب درجہ علیا میں پڑھانے والے) محدود کرنا، اُن کو باندھنا بڑا مشکل کام ہوتا ہے، اُن کو ایک نظم میں لانا مشکل کام ہوتا ہے۔ لیکن جب مشورہ میں آجائے اور ایک کیفیت میں آجائے تو اللہ تعالیٰ اُس میں بہت برکت عطا فرما دیتا ہے۔

میں اپنی باتوں کو اِسی پر سمیٹتا ہوں۔ آپ حضرات کے ذہن میں میری بات سے کوئی بات پیدا ہوگئی ہو، کوئی مشورہ کی بات سامنے ہو تو بلا تکلف فرمائیے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس میں خیر ڈالے گا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ۔

سلسلہ سوال و جواب

کسی بھی فنّ کی کمزوری دور کرنے کا طریقہ

سُؤال: اگر سال کے درمیان اندازہ ہو کہ فلاں فنّ کی کتاب طلبہ کو سمجھ نہیں آرہی ہے تو کیا کرنا چاہیے؟ کیوں کہ ایک استاذ سے لے کر دوسرے استاذ کو دینا یہ تو توہین آمیز پہلو سمجھا جاتا ہے۔

جَوَاب: آپ حضرات نے مولانا کے سوال کو بہت واضح طور پر سمجھ لیا۔ اس میں ایک گزارش تو یہ ہے کہ اگر کتابیں تقسیم ہوگئی، نقشہ لگ گیا، اسباق شروع ہوگئے اور عید الاضحیٰ یا سہ ماہی تک اندازہ ہوجائے کہ اس فن کی کتاب کمزور ہو رہی ہے اور ایک استاذ سے کتاب لے کر دوسرے استاذ کو دے دینا یہ ظاہر ہے کہ مدارس کے اندر توہین آمیز پہلو ہوجاتا ہے، اس سے بہر صورت بچنے کی کوشش ہونی چاہیے۔

لیکن تحتانی درجات میں اِس کا حل تھوڑا سا نظر آ جاتا ہے۔ وہ کیا؟ وہ یہ کہ مثال کے طور پر ایک استاذ صاحب کو صَرف کا سبق دے دیا؛ لیکن بس مشکل پیش آرہی ہے، توقّع ہے کہ یہ لڑکے صَرف سے کوئی خاص مانوس نہیں ہوں گے اور ان کو کچھ نہیں آئے گا۔

آپ میں جو منتظم ہے وہ یہ کریں کہ صَرف کی ایک اور کتاب، اجراء کے نام سے کسی دوسرے ماہر استاد کو دے دیں۔ مثال کے طور پر "علم الصرف" اُس کی پاس تھی تو "میزان الصرف" کسی دوسرے استاد کو دے دی اور کہا کہ ایک وقت میں "میزان الصرف" بھی ساتھ چلے گی۔ یا "میزان الصرف" بھی اُس کے ذمے تھی تو آپ نے کہا کہ چلیے "صرفِ میر" فلاں استاد کے ذمے، یا آپ نے محسوس کیا کہ مشکل ہو جائے گی تو آپ نے کہا کہ صَرف کا اجراء فلاں استاذ کو دے دیا جائے، بس حضرت مسئلہ حل ہو جائے گا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ۔

میں نے ایک ٹیکنک تو یہ عرض کی کہ اگر کوئی خاص سبق دے دیا جائے اور شروع ہی میں محسوس ہو جائے کہ ہم سے غلطی ہو گئی اور یہ استاذ صَرف کے سبق کو نہیں چلائے گا، تو ایسی صورت میں اگر اُس کے پاس "علم الصرف" ہے تو "میزان الصرف" کسی دوسرے استاذ کے پاس شروع کروا دیجیے۔ اُسی سال بیماری کو وہی پکڑیں۔

اور اگر آپ نہیں دے سکتے تو پھر ایسی صورت میں صَرف کے اجراء کے نام سے کسی اچھے استاذ یعنی جو اُس فن پر عبور رکھتا ہو اور چلا سکتا تو اُس کو اجراء کے نام سے دے دیں تو اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ وہ اُس پر قابو پالے گا۔

آپ کے سوال کا دوسرا پہلو وہ یہ ہے کہ سال گزر گیا یا وہ لڑکا کسی اور جگہ سے پڑھتا ہوا آیا ہے، درمیان میں آپ کے یہاں داخلہ لیا ہے اور اُس کی مثال کے طور پر

نحو کمزور ہے، بالکل بیچارہ اعراب، عبارت کچھ نہیں بس، تو ایسی صورت میں اُن چند لڑکوں کو مثال کے طور موقوف علیہ میں ہے یا اُس سے کم درجے میں ہے اور اِن لڑکوں کو نہ عبارت آرہی ہے نہ فاعل، مفعول۔ نہ مضاف، مضاف الیہ کا پتہ چل رہا ہے تو ایسی صورت میں اُن چار پانچ لڑکوں کو یا اُس پورے درجے کو آپ فارغ وقت کے اندر صرف اور صرف آدھا گھنٹہ دے دیں۔

میں کہوں: اگر ہدایہ والے طلبہ ہوں، اور آپ محسوس کریں کہ ان کو عبارت نہیں آتی تو آپ کسی اچھے سے استاذ جو اجراء کرواسکے ان کو کہیں کہ کسی فارغ وقت میں صرف "علم النحو" یا "نحو میر" ساتھ رکھ کر عبارت کا اجراء اِن طلبہ کو سکھادیں اور عبارت ان کے زبان پر چلادیں، تین مہینے میں وہ پورا درجہ آپ کو "ہدایہ" کی عبارت پڑھ کر دِکھائے گا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ۔

آپ نے محسوس کیا کہ پورے درجے کو نحو میں کمزوری ہے آپ صرف "علم النحو" یا "نحو میر" کا اجراء کے کسی استاد کے پاس آدھا گھنٹہ رکھوادیجیے، فارغ اوقات میں رکھوادیجیے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ دو، ڈھائی، تین مہینے میں رزلٹ آپ کو دے دے گا، یہ طریقہ کار ایسا ہے کہ جس سے آپ متبادل ذریعے سے اُس فن کی کمزوری کو دور کرسکتے ہیں اِنْ شَآءَ اللّٰہُ۔

کوئی اور بات کسی ساتھی کے ذہن میں ہو؟

اصولِ حدیث کی کمزوری دور کرنے کا طریقہ

سُوَال: حدیث کی کتابوں میں عموماً فقہی مباحث پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور دیکھنے میں آتا ہے کہ امتحان کے زمانے میں بھی اکثر طلبہ یہ درسی تقاریر جو چھپی ہوتی

ہے، اُن کو دیکھ کر یاد کر لیتے ہیں، کتاب نہیں دیکھتے اور مصنّفین نے کتابوں میں سند کے اوپر جو بحث کی ہوتی ہے یا جو کسی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہوتا ہے، اُس پر کلام کیا ہوتا ہے، عمومی طور پر اساتذہ اور طلبہ کی توجّہ اس کی طرف نہیں جارہی ہوتی،[1] اور اصولِ احادیث جو ہے اُن کے متعلق کوئی مضبوطی نہیں ہوتی۔ اس کے متعلق آپ کچھ فرمادیں۔

جواب: مَاشَاءَ اللّٰهُ بہت ہی فکر انگیز سوال ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فکرمندی والا سوال ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وفاق المدارس کی نصاب کمیٹی میں شرکت کا موقع ملتا ہے اُس کے رُکن ہونے کی حیثیت سے اور امتحانی کمیٹی کے اجلاسوں میں جب شرکت ہوتی ہے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یہ والی بات وہاں پہنچی ہوئی ہے۔

اب مارکیٹ کے اندر جو کتابیں موجود ہے وہ دو طرح کی ہیں، ایک اُردو کی شروحات ہیں، اور دوسری قسم کی کتابیں وہ ہیں جو کہ حل شدہ وِفاق کے پرانے پرچے ہیں، آٹھ دس سالہ حل شدہ پرچے بازار میں مل رہے ہیں۔ یہ جو اُردو کی شروحات ہیں، وہ ایک الگ مسئلہ ہے۔

وفاق کے امتحانی کمیٹی میں ایک تجویز یہ آئی کہ جو گزشتہ آٹھ سال کے پرچے ہیں، اُن کے سوالات نہ دیے جائے تا کہ ہماری جان چھوٹ جائے جو چھپی ہوئی کتابیں مارکیٹ سے ملتی ہیں، تو میں نے اُس وقت فوراً عرض کیا کہ یہ بھی ایک گیس پیپر ہوگیا۔

---

[1] مکتبہ بیت العلم کی کتاب "مبادیاتِ حدیث" میں علم حدیث کی تعریف...... موضوع...... غرض وغایت وجہِ تسمیہ...... علم حدیث کی تاریخی حیثیت...... حجیت حدیث...... تدوین حدیث...... حدیث کا شرعی حکم...... انواعِ کتب حدیث...... طبقاتِ کتب حدیث...... تقسیم حدیث...... فوائد اسناد وغیرہ امور پر تفصیلی کلام کے ساتھ ساتھ سترہ ائمۂ حدیث کا دل چسپ تذکرہ کیا گیا ہے......
یہ کتاب اساتذہ اور موقوف علیہ ودورۂ حدیث کے طلبہ وطالبات کے لیے ایک بیش بہا تحفہ ہے۔

اگر آپ نے یہ مزاج بنایا تو طالبِ علم آٹھ سالہ پرچوں کو دیکھ کر یہ کہے گا کہ یہ والے سوالات تو بالکل یاد نہ کرو، کیوں کہ یہ نہیں آئیں گے گزشتہ سوالات میں سے بالکل کوئی نہ دیا جائے تو یہ حال ہے اور اگر دیا جائے تو وہ حال ہے۔

اس وقت حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے اُس میں مداخلت فرمائی اور فرمایا کہ ایک مقدار متعین کر لیا جائے، گزشتہ کم از کم آٹھ یا دس سال کے پرچوں کو دیکھ لیا جائے کہ کم از کم آدھا پرچہ اُس میں سیٹ نہ ہونے پائے، کوئی سوال نہ آئے تو اس کا بھی رُجحان نہ رکھا جائے؛ لیکن گزشتہ پرچوں کو دیکھ کر ممتحن پرچے نہ بنائے۔ اور اُنھوں نے فرمایا: طریقہ کار وہی ہو وفاق کے پرچوں میں لیکن اُس میں یہ کیفیت لائی جائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس کا کافی حد تک تدارُک کیا۔

دوسرا آپ نے جو ذکر فرمایا کہ فقہی مباحث یعنی مشہور مباحث فقہیہ بس اُس کو لڑکے یاد کرتے ہیں یعنی کاپیاں یاد کرتے ہیں، کتاب نہیں دیکھتے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وفاق کے نصاب کمیٹی میں بھی اور امتحانی کمیٹی میں بھی یہ بات آئی۔ اب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایسے سوالات "جامع الترمذی" کے اندر، "بخاری" کے اندر ان دو کتابوں کے پرچے میں خاص طور پر ایسے سوالات آنا شروع ہو گئے ہیں کہ قابل سے قابل لڑکا بھی پورا زور لگالے تو سوال کے جواب میں ایک صفحے سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ یعنی اب وہ آگئے ہیں عبارتوں کی طرف اور کتاب فہمی کی طرف۔

ایسی روایات جن کا تعلق انسان کی زندگی کے ساتھ بھی ہے اور کتاب فہمی کے ساتھ بھی اور طالب علموں کو پکا پتہ ہے کہ استاد اس پر تقریر نہیں کرتے، اور اس پر تقریر نہیں کی جاتی، بس اُس میں کچھ مشکل الفاظ ہیں، کچھ معانی ہیں، کچھ حکمتیں ہیں۔ اُن سوالات کو بھی "بخاری" جلد اول، جلد ثانی اور "جامع الترمذی" کے

پرچوں میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ انھوں نے دینا شروع کر دیا ہے، اس پر بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ توجہ شروع ہوگئی۔

میرے پاس چوں کہ وہاں (جامعہ اشرفیہ میں) "جامع الترمذی" ہے۔ مجھے "جامع الترمذی" کے اندر آپ والے سوال کا بڑا تلخ تجربہ بھی ہوا؛ کہ ہمارے یہاں کاپیاں چلتی ہیں یعنی جن استاد صاحب نے پرچہ بنانا ہے ان کی کاپی، باقی وفاق کے لیے تیاری اور طرح سے کرنی ہے۔

بعض اساتذہ دھمکی بھی لگا دیتے ہیں کہ میں نے جو پڑھایا ہے میری تقریر لکھو گے تو نمبر ملیں گے اور اگر میری تقریر نہیں لکھو گے تو نمبر نہیں ملیں گے۔ یہ والی چیز میں محدود کیا گیا تو ایسی صورت میں وہ کاپی سسٹم شروع ہوگیا، فوٹو کاپیاں شروع ہوگئیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں وفاق کی یہی ٹیکنک استعمال کی کہ کتاب میں سے ایسی عبارات، ایسی احادیث جس سے معلوم ہو کہ کتاب فہمی ہو، وہ امتحانات میں دیے جائیں، پھر اُس کے ساتھ یہ ہے کہ ابھی جو گزشتہ سال خماسی اور سالانہ کا جامعہ اشرفیہ میں "جامع الترمذی" کا جو پرچہ بنا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اُس میں اللہ نے آپ کی اس نصیحت پر عمل کرنے کی توفیق دی۔

وہ ایسے کہ پچیس شارٹ کوسچن (Short Question) بنائے اور ہر سوال کے دو دو نمبر۔ مختلف عبارتوں سے متعلق چھوٹے چھوٹے مختصر پچیس سوالات بنائے کہ دو تین لائنوں میں لڑکا جواب لکھ سکے بس، پچیس سوال یہ دے دیے، باقی طویل سوالات آگے دے دیے تو وہ پچیس شارٹ کوسچن جو دیے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وقت بھی کم لگا طلبہ کا، لکھنا بھی زیادہ نہیں پڑا۔

لیکن ایک بات ضرور ہے کہ جو لڑکا مکمل اسباق میں حاضر رہا ہے وہ تو پچیس

سوال حل کر سکا، باقی نہیں کر سکے، باقی جو لڑکے حاضر میں کم تھے یا وہ تقریریں لکھنے میں لگے رہ گئے تھے، وہ پچیس سوالات میں سے آدھے حل کر سکے ہیں، آدھے سے زیادہ حل نہیں کر سکے۔

چناں چہ اب جو دقّت پیش آرہی ہے (دِل کی بات بتاؤں) کہ وہ پچیس سوالات بناتے ہوئے اپنا دماغ بھی تو پگھلا، بوڑھا آدمی ہوں، پچیس سوالات مجھے بنانے ہیں کسی اور کو کہہ بھی نہیں سکتا۔

اگر کوئی استاذ الحدیث ہو اور وہ "جامع الترمذی" کا پرچہ بنائے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پانچ لائنوں میں پانچ سوالات مکمل ہوجاتے ہیں، شُیوخ تو شُیوخ ہوتے ہیں، پانچ سطروں میں "جامع الترمذی" کے پانچ سوالات مکمل ہوجاتے تھے، کوئی بڑی بات نہیں تھی، عادت تو اُس کی پڑی ہوئی تھی۔ کہاں وہ سوالیہ پرچے میں پانچ سطریں لکھنا اور ناظم امتحان کو جمع کرانا۔ یہ میرا ایک طریقہ تھا۔ اور ایک یہ کہ کہاں وہ پچیس شارٹ کوسچن بنانا وہ بھی عربی میں، پرچہ بنا بنا کر اُس کے بعد تھک گیا، یقین جانیے تین راتوں میں پرچہ بنا۔

جامعہ کی طرف سے یہی کہا گیا تھا کہ اس دفعہ آپ کو پرچہ اس طرح کا بنانا ہے، ناظم امتحانات کی طرف سے باقاعدہ ہدایت آئی، مشورہ میں چوں کہ اس طرح کی بات آئی تھی تو اُنھوں نے کہا کہ آپ اس طرح کا پرچہ بنائیں، ایک اور استاذ صاحب کو بھی کہا تھا کہ آپ اس طرح کا پرچہ بنائیں اور باقی جو کبار شیوخ ہیں اُن کو نہیں کہا، وہ جیسا پرچہ بنائیں گے ویسا ہی ہوگا۔ باقی جو تجربہ گاہ ہے اور لیبارٹری ہے مولانا یوسف صاحب کو بنالیتے ہیں، تجربہ ان کے اوپر چلاتے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ مجھے خود پرچہ بنانے میں بڑی دِقّت ہوئی، پریشانی ہوئی،

وقت لگانا پڑا، محنت کرنی پڑی۔ اگر استاد واقعی پرچہ بنانے میں بھی محنت کرلے تو کئی چیزوں پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ نے جو اصولِ حدیث کی بات کی۔ یہ تو تھا کہ فقہی مباحث کے بارے میں اس کا حل بھی ہے، پھر حدیث فہمی کے کاپیوں کو اور مخصوص سوالوں کو نہ یاد کیا جائے۔ اُس کا حل کیا ہے؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس کا حل بھی اِس میں نکل آتا ہے۔

پھر میں ایک بات بڑے ادب کے ساتھ عرض کروں گا کہ ہم اگر بحیثیتِ استاذ، استاذ الحدیث کے پورا سال طالبِ علم کے ذہن سے کھرچ کر نکالے کہ میاں! امتحان کے لیے نہ پڑھو، میں نے یہ لفظ بول دیا ہے بڑا مشکل کام ہے کہ استاذ الحدیث ان طلبہ کا سارا سال پڑھاتے ہوئے ایک مزاج بنائے کہتے تو ہیں اِخلاص سے پڑھو، امتحان کے لیے نہ پڑھو، اللہ کے لیے پڑھو، فلاں کرو، یوں کرو۔ ٹھیک ہے اچھے الفاظ ہیں، خوب صورت الفاظ ہیں، اللہ قبول فرمائے۔ لیکن اگر اُس استاذ کا طریقہ کار اور انداز ایسا ہو کہ میں امتحان کے لیے پڑھا ہی نہیں رہا، بیٹا! عمل کے لیے پڑھو، عمل کے لیے پڑھو۔

فقہ اور حدیث میں دورِ جدید کے مسائل کو ساتھ چلانا

اس میں خاص طور پر آپ علماء بھی اس سے اتفاق فرمائیں گے کہ اب وقت کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ حدیث پڑھاتے ہوئے، فقہ پڑھاتے ہوئے خاص طور پر یہ دو چیزیں پڑھاتے ہوئے دورِ جدید کے مسائل کو ساتھ ساتھ چلانا۔

طلبہ کو میں نے عرض کیا نا کہ کس طرح اُستاذ صاحب نے دلالت مطابقی، تضمنی اور التزامی کو حلوے کے اوپر جاری کیا؟ اگر اس طرح فقہ کو اور حدیث کو زندگی کے ساتھ منطبق کیا جائے، زندگی کے ساتھ منطبق کرتے ہوئے چلا جائے کہ یہ عملی پہلو ہے، اور یہ بھی عملی پہلو ہے، اس کا ہماری زندگی کے ساتھ یہ تعلق ہے، ہمارے معاشرے میں یہ ہو رہا ہے۔ اس کو ضرور دیکھو۔

اگر شیخ الحدیث، استاذ الحدیث امتحانات کو ذہن سے نکال کر خود اپنے ذہن سے بھی نکال لے، لڑکوں کو بھی پتہ ہو کہ یہ امتحان کے لیے نہیں پڑھا رہا ہے، یہ امتحانی انداز بھی نہیں ہے اور امتحان میں ایسا ہوتا بھی نہیں ہے۔

پھر اس کے بعد طلبہ کو امتحان کی تیاری بھی کرائے۔ یہاں میں عرض کروں گا کہ یہ نازک بات اس لیے ہے کہ ایک ادارے کے اندر ہمارے یہاں لاہور میں بہت بڑا مسئلہ پیش آیا۔ وہ طالبات کا ادارہ تھا، "بخاری شریف" جلدِ اول پڑھانے والا استاذ بڑا قابل، بہت قابل استاذ تھا لیکن دو سال لگاتار "بخاری" جلدِ اول میں فیل ہونے والی طالبات کی، قابل طالبات کی لائنیں لگی ہوئی تھیں، "جامع الترمذی" وغیرہ میں اسّی اسّی نمبر لی ہوئیں اور "بخاری" کے اندر بالکل فیل ہو گئیں، یہ میں طالبات کا بتا رہا ہوں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ طلبہ کے اندر یہ بات نہیں ہوتی۔

اب جب اُس استاذ کے پڑھانے کا طریقہ کار دیکھا تو معلوم ہوا کہ وِفاق کا طریقہ کار ہی نہیں ہے، وِفاق والا طریقہ کار ہی نہیں یعنی طالبات کو باتیں معلوم ہیں، لیکن کیسے منطبق کرنا ہے؟ کیسے سوال کا جواب دینا ہے؟ یہ بالکل نہیں ہو رہا تو ایسی صورت کے اندر بڑی مشکل، بڑی ہی مشکل پیش آئی۔

یہاں تک کرنا پڑا کہ ناظم صاحب کو مشورہ دیا: آپ ایسا کیجیے کہ متبادل کے

طور پر آپ ایک اور استاد جو وِفاق کے امتحان کے نقطۂ نظر سے تیاری کروائے اور اُس کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ یہ سوال اِس طرح ہے اس کا جواب اس طرح دینا چاہیے اور اس کو لکھوایا جائے، طالبات کو مشق کروائی جائے، سوال اس طرح آتا ہے اس حدیث پر اور اس کا جواب اس طرح لکھنا ہے، یوں نکات لکھنا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جب ایک پیریڈ باقاعدہ اس طرح چلایا گیا پورا سال، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اگلے سال سو فیصد رزلٹ آ گیا۔

ورنہ اُس استاذ سے نہ تو "بخاری شریف" لے سکتے تھے، "بخاری شریف" لینا کسی استاذ سے آسان کام تو نہیں، میں نے بتایا کہ چھوٹی کتاب واپس نہیں لے سکتے، اب وہ "بخاری شریف" کو بھی نہیں ہلا سکتے تھے، چناں چہ استاذ مقرّر کر دیا، اُس سے حضرت کا مشورہ ہو گیا، انھوں نے کہا: بالکل ٹھیک ہے جیسا آپ کہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ۔

چناں چہ ایک چھوٹے استاذ کو یعنی چھوٹے درجے کے استاذ کو سمجھا بجھا کر "بخاری شریف" کے سوالات تیار کیے گئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اس طرح وِفاق کے امتحان پر قابو پالیا، تو یہ کرنا پڑتا ہے۔

اصولِ حدیث کی دو اہم کتب

تیسرا حضرت جو آپ نے فرمایا اصولِ حدیث کے بارے میں۔ اب اصولِ حدیث میں ہمارے پاس دو کتابیں ہیں ایک تو حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی "خیر الاصول" ہے اور ایک ہے "شرح نخبۃ الفکر"۔ شرح نخبۃ الفکر جو عام چھپی ہوئی ملتی ہے یقین جانیے کہ اس میں (استاذوں کو کچھ نہیں کہوں گا) شاگردوں کو قطعاً نہیں پتہ ہوتا کہ کون سی تعریف کہاں سے شروع ہو رہی ہے؟ اور کہاں ختم ہو رہی ہے؟

یہاں کراچی کے ہیں مولانا محمد انور بدخشانی دامت برکاتھم العالیہ، انھوں نے "تسھیل شرح نخبۃ الفکر" تیار کی ہے، انھوں نے "شرح نخبۃ الفکر" وہی کتاب ہے، لیکن انھوں نے اُس کی کمپوزنگ دوبارہ کروائی اور کہاں کون سا پیراگراف شروع ہوتا ہے؟ انھوں نے ہر پیراگراف کو الگ الگ کیا، کہاں تعریف ختم ہوتی ہے؟ کہاں تعریف شروع ہوتی ہے؟ پھر اُس کے اوپر عنوانات لگائے، ہیڈنگ لگادی کہ یہ "صحیح" کی تعریف ہے، یہ "صحیح لغیرہ" کی تعریف ہے اور یہ آگے "صحیح لغیرہ" کی تقسیم ہے۔ انھوں نے ایک تو عنوانات لگادیے، دوسرا جہاں بات ختم ہوتی تھی وہاں پیرے بنا بنا کر چھاپا۔

آج اگر "تسھیل شرح نخبۃ الفکر" وہ استاذ سامنے رکھے اور شاگردوں کے سامنے بھی وہی ہو تو ایسی صورت میں مجھے امید ہے کہ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ یہ طلبہ پھر اصولِ حدیث کو سمجھیں گے۔

میرے نزدیک تو جڑ ہی وہ "شرح نخبۃ الفکر" ہے، جو عام کتب خانوں میں ملتی ہے، عام مطابع میں ملتی ہے، اُس کے اندر تو طالبِ علم کو بالکل پتہ نہیں ہوتا کہ کہاں بات شروع ہوئی؟ اور کہاں بات ختم ہوئی؟ کہاں تعریف ختم ہوئی؟ کہاں سے اگلی تعریف شروع ہوئی ہے؟ اور کون سی قسم کس کی ہے؟ میں کہتا ہوں کہ طالبِ علم کو بالکل اندازہ نہیں ہوتا۔

لیکن اللہ تعالیٰ مولانا انور بدخشانی دامت برکاتہم العالیہ کو جزائے خیر دے، اُنھوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اس پر خوب کام کیا تو اگر وہ طلبہ کے سامنے ہو، اور پھر حدیث کی مثالیں دے دے کر اُن کو سمجھایا جائے اور اصولِ حدیث کی باتیں سامنے آتی رہیں تو پھر اِنْ شَآءَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ اصولِ حدیث کا انطباق ہوگا۔

عربی تکلّم اور اِنشاء کی کمزوری دور کرنے کا طریقہ

سوال: اس وقت درس گاہ میں چار سو، پانچ سو طلبہ کی تعداد ہوتی ہے، بہت سارے طلبہ کو صرف ونحو آتی بھی ہے؛ لیکن اس کے باوجود عربیت کے اندر کوئی مہارت یا ذوق نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر ہم اس پر قادر نہیں ہوتے کہ ایک صفحہ بھی عربی میں لکھ سکیں؛ بل کہ ہم اساتذہ کی بات کریں تو ہم میں بھی اس طرح کی کمزوری ہے اور جب کہ اس وقت طلبہ کے لیے بہت زیادہ ضرورت بھی ہے، پھر یہی چیز مطالعہ کے اندر، کتاب پڑھنے کے اندر رکاوٹ بنتی ہے۔

لہٰذا عربی کی مہارت اور عربیت کا ذوق اس کو کس طرح سے پیدا کیا جائے؟ آیا اس میں جدید کتابوں کو دیکھا جائے؟ یا پرانی کتابوں سے استفادہ کیا جائے؟

جواب: مولانا کا سوال تو آپ کے سمجھ میں بخوبی آیا؛ لیکن یہاں میں عرض کرتا چلوں کہ انشاء عربی اور تکلمِ عربی یہ ہمارے درسِ نظامی کی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے سے بالکل مختلف چیز ہے اور بالکل مختلف لائن ہے۔

ایک عام درسِ نظامی نہ پڑھا ہوا شخص بھی بہترین اِنشاء اور تکلم پر قادر ہو سکتا ہے؛ لیکن آپ کی جو فکر ہے اُس کی میں داد دیتا ہوں اور یہ فکر ہمارے بزرگوں کو بھی ہے، البتہ اس پر عملی طور پر مشق نہیں ہو پا رہی اور جن اداروں میں عملی مشق ہو رہی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وہ کامیاب بھی ہیں۔

تکلمِ عربی اور انشاءِ عربی کے لیے اداروں کے اندر باقاعدہ الگ سے کام کو شروع کیا جائے، اس کو درسِ نظامی کی کتابوں کے ساتھ بالکل جوڑا نہ جائے، نہ فقہ کی کتاب کے ساتھ، نہ اصولِ فقہ کی کتاب کے ساتھ۔

یہ طنز نہ کیا جائے کہ اتنی بڑی بڑی کتابیں پڑھ لیتے ہیں؛ لیکن دو لفظ عربی کے نہیں بول سکتے، دو لفظ عربی کے نہیں لکھ سکتے ہیں، انشاء اور تکلم یہ درسِ نظامی سے بالکل الگ تھلگ پہلو ہے، بالکل الگ موضوع ہے، بالکل الگ فن ہے اور اِس فن کو الگ طور پر رکھ کر چلانا چاہیے۔ ہاں! ایک عالم کے اندر یہ صلاحیت پیدا کرنی چاہیے کہ وہ عربی بول بھی سکے اور عربی لکھ بھی سکے۔

خاص طور پر بات آئے گی قدیم عربی، جدید عربی کی تو ظاہر ہے کہ جدید عربی ہی کی اُس کو ضرورت پیش آئے گی، قدیم عربی کا تو وہ عالم کتابوں میں ماہر ہو گیا۔

جہاں تک صرف نحو کا اجراء اور پھر اس کے ذریعے عبارت کا پڑھنا، مفہوم اور ترجمہ یہ ایک الگ چیز ہے، درس نظامی کی کتابوں کے ساتھ ساتھ آپ اس کو سنبھال سکتے ہیں۔

لیکن جِن اداروں کے اندر (کراچی میں ڈاکٹر امجد صاحب، اُن کی پوری ٹیم اور پوری جماعت کو اور لاہور میں بھی) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عربیت پر بہت زور دیا جاتا ہے کہ کتابوں کا پڑھانا بھی عربی میں، سمجھانا بھی عربی میں، پرچے بھی عربی میں، سوالات بھی عربی میں اور جوابات بھی عربی میں۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اب تو ہو گئی بات سب کچھ ٹھیک۔ لیکن اِس کے باوجود عملی زندگی میں کیا ہے؟ کہ آپ اردو میں پوچھیں گے تو زیادہ اچھی طرح جواب دے دیں گے، عربی میں پوچھیں گے تو ظاہر ہے کہ اُس طرح جواب نہیں دیں گے۔

اگر درسِ نظامی کو عربی تکلم اور عربی انشاء کے ساتھ جوڑ کر چلایا جائے تو بہر حال درسِ نظامی کا تعمق پیدا نہیں ہوتا، بس میں اس جملے پر اِکتفاء کروں گا۔

اگر اِنشاء اور تکلم کو درسِ نظامی کی کتابوں اور درس نظامی کے اسباق کے ساتھ جوڑا جائے اور اُس کو اُس رنگ میں رنگ لیا جائے تو تعمّق اور اِفہام وتفہیم کا جو ایک معیار ہے وہ بہرحال نہیں ملتا، اس لیے ان دونوں کو الگ الگ رکھ کر ہی گزارہ چلانا ہوگا، اور یہ ہے فکر کہ انشاء اور تکلم کی کوشش کی جائے، ضرور کوشش کی جائے۔

طریقۂ تدریس سکھانے کی ضرورت

سُؤال: جیسے آج کی مجلس میں مَاشَاءَ اللّٰہُ فائدہ ہوا اور اِس طرح کی جہاں بھی نشستیں ہوتی ہیں، انفرادی طور پر ادارے کرتے ہیں، مختلف حضرات کے افادات سامنے آتے ہیں۔ لیکن ہماری مجموعی طور پر تربیتِ اساتذہ یا تربیتِ مدرّسین کی جو ایک ضرورت ہے کہ مجھے نہیں پتہ کہ مجھے اپنی کتاب کو کیسے پڑھانا ہے؟ منتشر طور پر حضرات نے کچھ کتابوں میں لکھ دیا، کچھ رسالے وغیرہ ہیں، لیکن اگر اس کا کوئی اجتماعی نظم اِس طرح کا ہو یا وِفاق کی طرف سے کوئی لازمی شکل ہو، جو سارے ملک کے اندر تمام جگہوں میں ایک سلسلہ شروع ہوجائے تو اس سے امید ہے کہ اچھی بہتری سامنے آئے گی اور یہ ضرورت بھی پوری ہوگی۔

جَوَابٌ: بالکل! بالکل! آپ نے جو ایک دردِ دل کی بات کی ہے، بہت اہمیت کی بات ہے، بہت اہمیت کی بات ہے لیکن یہ آپ کے دِل کی بات ہے، یہ صرف آپ کے دِل کی بات ہے، یہ آپ کے دِل کی اِنفرادی بات ہے۔

ورنہ! جو عالم بن جاتے ہیں۔ (آپ حضرات کا مزاج اور ہے کہ آپ حضرات بیٹھ کر سُن رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر دے۔ آپ حضرات کے اندر بڑی قوتِ برداشت ہے) ورنہ! عالم بننے کے بعد پڑھے ہوئے کو پھر دوبارہ

پڑھانا بڑا مشکل کام ہے، وہ نہیں آتا اِس طرف، اس لیے پڑھنے کے بعد پھر دوبارہ اُس کو پڑھنے کے لیے تیار کرنا، سیکھنے کے لیے تیار کرنا، بڑا مشکل کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی نعمت سے نوازا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اِن حضرات کو بھی بڑی نعمت سے نوازا ہے کہ برداشت کر رہے ہیں، پورا سن رہے ہیں۔

لیکن یہ ایک کیفیت ہے، یہ ایک طلب کی کیفیت ہے اور یہ جب طلب کی کیفیت پیدا ہو جائے، ایک مِزاج بنا دیا جائے تو ایسی صورت کے اندر ضروری نہیں ہے کہ ہر استاذ کو کتاب پڑھانے کا انداز اور طریقہ بالکل الگ الگ طور پر سکھایا جائے۔

ہاں! البتہ ایسے حضرات اس فن میں جو ماہر اساتذہ ہیں، (معلوم ہو جاتا ہے کہ کون سا استاذ کیسے پڑھاتا ہے؟) اُن کے سبق میں شریک ہو جائے، اُن کے پاس جا کر تھوڑی دیر بیٹھ لیا جائے، پھر اُن سے طریقہ کار سیکھ لیا جائے کہ میں طلبہ کو کس طرح پڑھاؤں؟ وہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ وہی حکمت کے صدری نسخے بتا کر آپ کو چند منٹ میں اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مہارت پیدا کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ آگے ذہن کھولتا چلا جائے گا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ۔

لیکن آپ کی جو فکر ہے کہ اجتماعی تربیت، میں اس کا حامی ہوں اور اس بارے میں فکر مند بھی ہوں کہ اساتذہ کی تربیت پڑھانے کے انداز سے بہت ضروری ہے اور تدریب المعلّمین کے مختلف کورسز بہت ضروری ہے، بہت ضروری ہے۔

پڑھانے کے بہت سے انداز ہوتے ہیں، بسا اوقات بعض لوگ اُس کو قبول کر لیتے ہیں، بعض نہیں قبول کرتے، لیکن کم از کم ذہن میں آجاتا ہے۔ انسان اس طریقے کو اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس میں برکت ڈالتا ہے۔

صحیح بات ہے کہ تدریب المعلمین کی بہت ضرورت ہے، معلّمین کے ایسے کورسز ہونے چاہییے اور بہت لمبے لمبے نہ ہو، مختلف نشستوں کے ہوجائے، ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ نحو پڑھانے کا طریقہ، صَرف پڑھانے کا طریقہ، منطق پڑھانے کا طریقہ، فقہ پڑھانے کا طریقہ۔اس پر مختلف کورسز ہوجائے۔

ایک یہ ہے کہ تدریس کے طریقے، تدریس کے آداب، اِس پر بات بار بار دُہرائی جائے اور اگر نصاب کے طور پر آپ لیں تو ایسی صورت میں، میں نے جو "رحمة للمتعلمين" کتاب عرض کی، وہ بہت اہم ہے۔ اجتماعی طور پر مولانا عبد الرحمن اعظم گڑھی کی کتاب "رحمة للمتعلمين" وہ ہدایات کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔

طریقۂ تدریس کہ کس کتاب کو کیسے پڑھانا چاہیے؟ اس کے لیے حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا جو رسالہ ہے "درسِ نظامی کی کتابوں کو کیسے پڑھایا جائے" بہت مفید ہے۔آج کی میں نے اکثر باتیں اُسی میں سے کی ہیں۔[1]

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری صاحب کا رسالہ یہ وِفاق المدارس کا جو رسالہ ہے، اُس کے اندر بھی پورا مضمون ایک دوبار شائع ہوچکا ہے، اور وفاق المدارس کا جو سولہ سالہ نصاب کتابی شکل میں شائع ہوا ہے دفترِ وفاق سے، اُس کے آخر میں بھی یہ پورا دیا ہوا ہے کہ کس کتاب کو کس انداز سے پڑھایا جائے؟

اس طرح ان کتابوں کو جمع کرکے تیاری کی جائے تو اللہ تعالیٰ اُس میں اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بہت خیر عطا فرمائے گا۔

---

[1] اسی طرح تدریس میں مہارت پیدا کرنے کے لیے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا رسالہ "درسِ نظامی کی کتابیں کیسے پڑھائیں" کا مطالعہ بھی اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تعالیٰ بہت مفید رہے گا۔

بیسویں ہدایت

طریقہ تدریس سیکھنے کے لیے ماہر فی الفن کے پاس جانا

انفرادی طور پر جہاں تدریب المعلّمین کی ترتیب نہ ہو تو وہاں ایک بات عرض کروں گا بس، کہ جو کتاب ملی، دیکھ لیا جائے کہ کون استاذ اس کتاب کو اس علاقے میں پڑھانے میں ماہر ہے؟ ان کے پاس تھوڑا سا وقت نکال کر حاضری دے دی جائے کہ حضرت میں یہ کتاب پڑھانا چاہتا ہوں، یہ کتاب کس طرح پڑھاؤں؟ بس پھر وہ آپ کو جو گُر بتائیں گے اور اپنی زندگی کا جو نچوڑ بتائیں گے وہ آپ کے لیے بہت مفید ہوگا، پھر آپ اُس کو نوٹ بھی کر لیجیے، لکھ بھی لیجیے، آگے اُس کو منتقل بھی کیجیے۔

.........دُعا فرما لیجیے.........

دوسرا بیان

طلبہ کی ذہنی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں اور ان صلاحیتوں کے مطابق ان طلبہ سے کام لینا ہے، بس اور کچھ بھی نہیں، آپ طلبہ کے ذہنوں کے نباض بن جائیں، ان کے ذہنوں کے حکمران بن جائیں۔

اگر انجن کا ڈرائیور یہ طے کر لے کہ مجھے لاہور تک صرف فرسٹ کلاس کے ڈبے ہی لے کر جانے ہیں (یعنی ذہین طلبہ) تو بات نہیں بنے گی اور اگر نیت کر لے کہ تھرڈ کلاس کے ڈبوں (یعنی کم زور طلبہ) کو بھی لے جانا ہے تو بات بن جائے گی۔

مقصود یہ ہے کہ مجموعی اعتبار سے پوری جماعت کو لیکر چلنا ہے۔
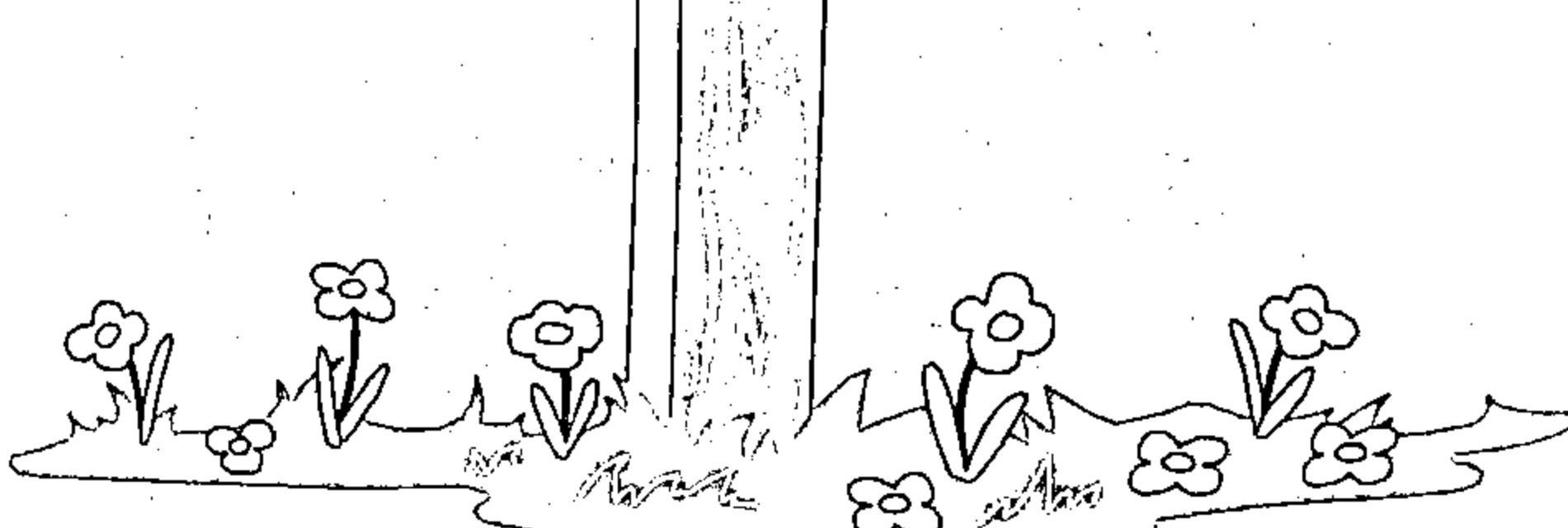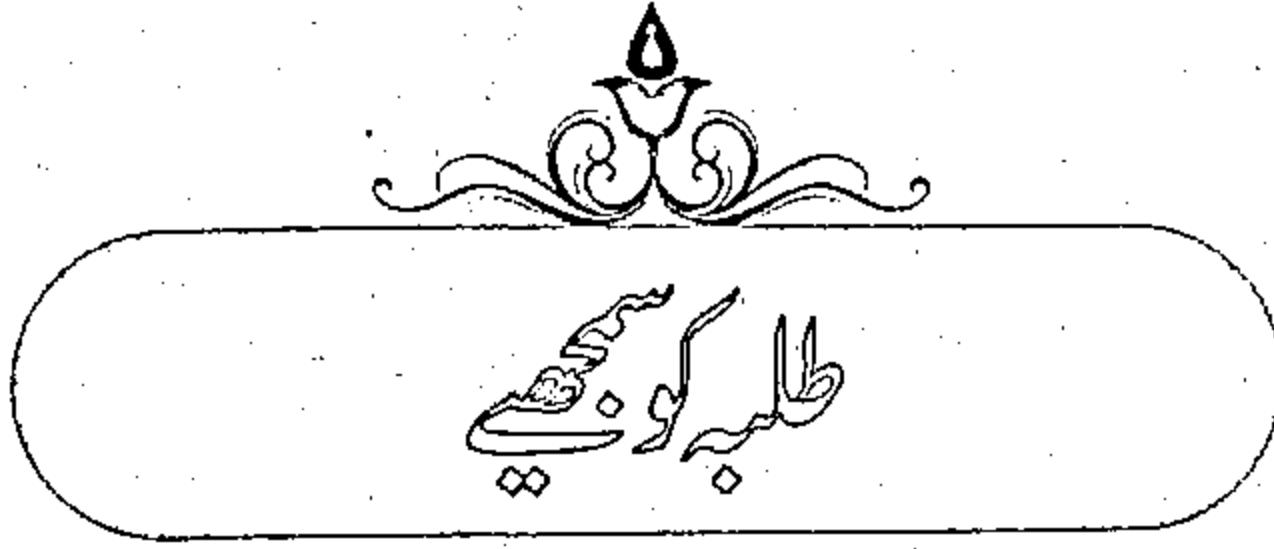
طلبہ کو سمجھیے

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له ونشهد ان لا اله الا الله ونشهد ان سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله صلى الله عليه وسلم امابعد!

"طلبہ کی مختلف ذہنی صلاحیتوں کے مطابق ان سے تعلیمی کام لینا ایک اچھے معلم کی نشانی ہے۔"

طلبہ کی چند قسمیں

(1) پہلی قسم:

بعض بچے اخذ کرنے میں ماہر ہوتے ہیں، فٹافٹ پڑھا اور سنا دیا...... صرف ایک بار دیکھا اور سنا دیا...... مگر آپ اس وقت پریشان ہوتے ہیں جب یہ طالب علم منزل سنانے میں تنگ کرتا ہے، اب یہ استاد کا کام ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ اس بچے میں اخذ کر لینے کی صلاحیت ہے؛ مگر اس میں محفوظ رکھنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

⑭ دوسری قسم:

بسا اوقات بچے اخذ کرنے میں بڑی دیر لگاتے ہیں؛ مگر یاد شاندار ہوتا ہے۔ ان میں اخذ کا مرحلہ کمزور اور یاد کا مرحلہ شاندار ہوتا ہے۔

⑮ تیسری قسم:

بعض طلبہ میں اخذ کی صلاحیت بھی اور یاد کی صلاحیت بھی ہوتی ہے؛ مگر وہ دہرانے کے قابل نہیں ہوتے یعنی استاد کو سنانے میں۔ بعض اوقات بچوں سے بھی (ان بچوں کا) سبق سنوایا جاتا ہے تو بچے بھی کہتے ہیں کہ یاد ہے؛ مگر استاد کو نہیں سنا سکتا۔ اب استاد کو خود دیکھنا ہوگا کہ میں کہیں اس کو مارتا تو نہیں؟ ڈانٹ ڈپٹ زیادہ تو نہیں کر لیتا وغیرہ؟ اس تیسری قسم میں استاد کی غلطی ہے۔

بس یہ پھول جیسے بچے ہیں معلمین و معلمات کے پاس، ان کی ذہنی صلاحیتیں مختلف ہیں...... اگر کوئی استاد ان صلاحیتوں سے واقف ہو جائے، بس یہی نفسیات کا پہچاننا ہے۔ بعض اوقات نفسیات کے لفظ سے چڑ ہو جاتی ہے، اس لیے میں نفسیات کا نام نہیں لے رہا اور نہ ہی نفسیات کا علم آپ حضرات کو پڑھانا چاہ رہا ہوں۔

طلبہ کو مضمون کے قریب کرنا

بعض باتیں بطورِ لطیفہ ہوتی ہیں لیکن ان میں گہری بات ہوتی ہے (اسی طرح کا ایک لطیفہ جس میں گہری بات ہے)

چند بچے تھے جو ریاضی (Maths) سے گھبراتے تھے۔ ان کے والد نے بڑے بڑے قابل استاد رکھے...... آخر کار ایک ماہر نفسیات رکھا، اس ماہر نفسیات نے

بچوں سے کہا: "یہ کون سی کتابیں ہیں؟" ان بچوں نے کہا کہ: "یہ (Maths) کی کتابیں ہیں۔" استاد نے وہ کتابیں الماری میں رکھوا دیں اور کہا: چھوڑو ان کتابوں کو...... بچے یہ سن کر خوش ہو گئے۔

پھر ان کے والد سے کہا: ان کے لیے چند مرغیاں اور خرگوش لے آؤ، وہ لے آئے، بچے ان سے کھیلنے لگے۔ جب چند دن ہو گئے تو ایک مرتبہ ماہر نفسیات نے بچوں کے سامنے چند مرغیوں کو ڈربے سے نکالا اور چند چھوڑ دیں اور کہا: کہ بچو! ذرا گننا کہ ڈربے میں کتنی مرغیاں باقی رہ گئیں؟ تو بچوں نے کہا: شاید (Maths) پڑھانے کا ارادہ ہے۔

بہر حال بچوں کی ذہنی صلاحیتوں کے تین درجات ہیں۔

انفرادی توجّہ کی اہمیت

ایک اچھا استاد وہ ہے جو ڈوب کر پڑھا رہا ہے؛ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھے کہ بچہ تینوں میں سے کون سی قسم میں داخل ہے؟ بس وہ کامیاب ہو گیا۔

بچوں کو وقت دیجیے، فوراً ان کو فارغ نہ کر دیں۔ بعض اوقات ایک طالب علم صرف اس پر تسلی کر کے بیٹھ جاتا ہے، جلدی جلدی سنا کر فارغ ہو جاتا ہے۔ استاد بھی شروع میں یہی کہتا ہے کہ یہ اچھا طالب علم ہے؛ لیکن کچھ عرصہ بعد استاد کہتا ہے کہ میں تمھیں ایسا نہیں سمجھتا تھا، دراصل یہ طالبِ علم پہلے قسم سے تعلق رکھتا تھا۔

بعض اوقات ایک طالب علم حافظ اچھا ہوتا ہے مگر کچھ مضامین میں کم زور...... بسا اوقات انگریزی، میتھ (Maths) یا کسی اور کتاب کے پڑھنے میں کم زور ہوتا ہے۔

ویسے تو یہ کہا جاتا ہے کہ مساوات ہونا چاہیے، طلبہ میں امتیازی سلوک نہ کرنا چاہیے؛ لیکن نفسیات سمجھ کر ہر ایک سے الگ الگ برتاؤ کرنا الگ چیز ہے۔

اب آپ حضرات کا کمال یہ ہے کہ بچوں پر انفرادی توجہ دیں اور ہر ایک کے مزاج کو سمجھیں، یہ سب سے اہم ترین کام ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ اس سے فرق پڑے گا۔

کم زوری کی اصل وجہ معلوم کیجیے

ایک بات اور آجاتی ہے اور وہ ہے ماحول۔ بسا اوقات ذہین بچہ ہے ماں باپ بھی فکر مند ہیں، ماحول بھی اچھا ہے؛ مگر اسکول میں آکر یہ بچہ کم زور ہو جاتا ہے۔ یہ اس لیے کہ ماں باپ نے حفظ میں تو ماحول اچھا دیا تھا؛ مگر اسکول کے ماحول میں آکر کہتے ہیں کہ بس اب آپ خود چلیں...... یہی وجہ ہے کہ حفظ کے استاد کے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے کہ شروع کے پاروں میں تو (ماں، باپ کی) توجہ زیادہ تھی اور آخر کے پاروں میں وہ توجہ نہیں رہی، وہ چھتری جو ماں باپ نے سر پر رکھی تھی، اب وہ چھتری ذرا ہلکی کر دی۔

پوشیدہ وجوہات تلاش کیجیے

بسا اوقات ایک بچہ شروع میں اچھا ہوتا ہے، بعد میں کم زور ہو جاتا ہے یا تو وہ بیمار ہو جاتا ہے۔ مثلاً ٹائی فائیڈ، بخار یا ملیریا ہو گیا، یہ وہ (خطرناک) بخار ہیں جو دماغ کے خلیات کو کم زور کر دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اچھا بھائی! بیماری چلی گئی، چلو بھئی اب پڑھو۔ نہیں مولانا! اس سے کام نہیں چلے گا، اس کو الگ لینا ہے۔

دوسری بات میرے عزیز بھائیو بہنو! گھر میں بعض اوقات ماں بیمار ہو گئی یا ولادت وغیرہ کا مسئلہ آ گیا یا باپ کا آپریشن ہو گیا...... اس میں وقت لگ جاتا ہے۔

مہربانی کیجیے! اس بچے کے ذاتی حالات معلوم کیجیے...... ناظم صاحب سے کہہ دیجیے کہ گھریلو یا ذاتی حالات میں فرق آرہا ہے۔ بس آپ ایک ماہر استاد ہوں گے۔

اساتذہ کے گھریلو حالات کے اثرات

میرے محترم اساتذہ! کبھی کبھی اساتذہ ومعلمات خود حالات کا شکار ہوجاتے ہیں، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اچھی خاصی معلمات ہوتی ہیں، منگنی ہوگئی، شادی ہوگئی، بچے ہوگئے...... تو وہ بات نہیں رہی (جو پہلے تھی) اسی طرح استاد بھی۔ استاد کا کمال یہ ہے کہ وہ نیت کرلے کہ درس گاہ میں جتنا وقت ہے، اس میں اپنے آپ کو بدلوں گا۔ اپنے ذاتی حالات کو بدلوں گا۔ اگر آپ نہیں بدلیں گے تو اس سے بھی طلبہ کی یاداشت پر فرق پڑے گا۔

خلاصہ

میری آج کی نشست کا خلاصہ یہ ہے کہ طلبہ کی ذہنی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں اوران صلاحیتوں کے مطابق ان طلبہ سے کام لینا ہے، بس اور کچھ بھی نہیں، بس آپ طلبہ کے ذہنوں کے نباض بن جائیں، ان کے ذہنوں کے حکمران بن جائیں۔ آپ گواہی دیں گے کہ آپ ہی کے ساتھی جو پہلے ایسے ہی تھے؛ مگر بعد میں وہ اچھے استاد بن گئے۔

بعض اوقات استاد کی خود منزل اچھی نہیں ہوتی؛ مگر وہ ایک اچھے استاد ہوتے ہیں اور بعض اوقات استاد کی منزل ایسی پکی ہوتی ہے کہ غلطی کوئی نہیں نکال سکتا؛ مگر وہ ایک اچھے استاد نہیں ہوتے۔ اس بارے میں اپنے بڑوں سے تعلق پیدا کریں۔

سلسلہ سوالات وجوابات

سوال: ⑪ بعض اوقات ایک بچہ اپنے استاد کو تو اچھا سناتا ہے، مگر باہر کے استاد کو اچھا نہیں سنا سکتا، پھر ماں باپ بھی پوچھتے ہیں کہ یہ کیا بات ہے کہ جائزوں میں اچھا...... وفاق (بڑے امتحان) میں کچا؟

جواب: اس بات کو ذہن میں رکھ لیا جائے کہ ہر بچے میں ایک جھجک ہوتی ہے یا میں کہوں کہ ایک حیا کا پہلو ہوتا ہے مثلاً: میں آپ سے (اس نشست میں) کھل کر بول رہا ہوں؛ کیوں کہ میں آپ سے مانوس ہوں، اگر مانوس نہ ہوتا تو اتنا نہ بول پاتا۔ اس کا حل بعض اساتذہ نے یہ نکالا ہے کہ بچوں کو بدل بدل کر سنوایا، لہٰذا اب اگر کوئی غیر (اپنے استاد کے علاوہ) بھی سنے گا تو جھجک نہیں ہوگی، یہ بعض بچوں میں ہوتا ہے (ہر ایک میں نہیں)، کچھ بچوں میں خود اعتمادی ہوتی ہے۔

اگر آپ نے یہ کہہ دیا کہ اتنی آسان جگہ سے پوچھا ہے پھر بھی نہیں سنا سکتے، تو اب وہ کچھ نہ بول سکے گا۔ پہلے اس کو مانوس کریں...... اپنا رعب نہ بٹھائیں۔ شروع کے بچوں سے نرمی سے پوچھیں تو یہ بچے باہر جا کر دوسرے بچوں کو بتائیں گے کہ آسان سن رہے ہیں، تو وہ بچے بھی کھل پائیں گے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ۔

سوال: ⑫ ماں، باپ پوچھتے ہیں کہ ہمارے بچے کی پوزیشن کیوں نہیں آئی؟

جواب: ماں، باپ اپنے بچے کے پیچھے پڑ جاتے ہیں کہ بس تمھاری پوزیشن آنی چاہیے۔ میں عرض کردوں کہ یہ ماں، باپ کی بہت بڑی نادانی ہے، آپ ان پوزیشن والوں کے انٹرویوز پڑھیں ان میں ایک بھی یہ نہ کہے گا کہ میں تو چھ مہینے تک سویا ہی نہیں اور کہیں گیا ہی نہیں، وہ نارمل بچے ہوتے ہیں مسلسل پڑھتے ہیں۔

اس کا حل یہ ہے کہ ماں، باپ کو سمجھایا جائے کہ پوزیشن لینا مقصد نہیں ہے اور یہ بھی سمجھائیں کہ بچوں سے ناراض نہ ہوں، انعام بھی دیں۔

سوال: ③ بعض بچے پورا سال پڑھائی میں اچھے ہوتے ہیں؛ مگر امتحان میں کمزور یا فیل ہوجاتے ہیں؟

جواب: ایسے بچوں سے آپ کلاس میں پوچھیں، اگر اس نے بتادیا تو فیل ہونے سے بچ گیا؛ کیوں کہ ہوم ورک میں تو ماں، باپ اس بچے کے ساتھ تعاون کررہے ہیں؛ مگر امتحان گاہ میں تو اس کے ساتھ نہیں ہوں گے اور اچھا بچہ تو پاس ہوجاتا ہے۔ اسی طرح رائٹنگ دیکھیے (اس بچے کی رائٹنگ اور خوبصورت بنانے کے لیے) املاء کروایئے۔

سوال: ④ محدود وقت میں کورس مکمل کیسے کریں؟

جواب: طریقہ یہ ہے کہ جس طرح انجن آگے ہوتا ہے اور ڈبے پیچھے...... اب آپ اگر مثال کو سمجھیں گے کہ انجن چلنے کا وقت مقرر ہے، اگر انجن کا ڈرائیور یہ طے کرلے کہ مجھے لاہور تک صرف فرسٹ کلاس کے ڈبے ہی لے کر جانے ہیں (یعنی ذہین طلبہ) تو بات نہیں بنے گی اور اگر نیت کرلے کہ تھرڈ کلاس کے ڈبوں (یعنی کم زور طلبہ) کو بھی لے جانا ہے (تو بات بن جائے گی اگر پوری ٹرین کو لے جانے کی نیت کرلے تو اس میں) ایسی والے ڈبے بھی ہوتے ہیں، کچھ فرسٹ کلاس کے، کچھ تھرڈ کلاس کے سب ہی ہوتے ہیں (مقصود یہ ہے کہ مجموعی اعتبار سے پوری جماعت کو لیکر چلنا ہے)۔

سوال: ⑤ آج کل لائٹ نہیں ہوتی نیند پوری نہیں ہوتی، لہٰذا کلاس میں چستی نہیں ہوتی؟

جواب: یہ ایک اہم سوال ہے؛ مگر اس میں کوئی اور رنگ بھی یعنی رات بھر ٹی وی

یا اور کوئی خرافات میں لگنا وغیرہ ہوسکتا ہے۔ بچے اتنے معصوم ہوتے ہیں یہ ہم لوگوں کا شعور ہے۔

حفظ کی کلاس میں خاص طور پر بجلی نہ ہونے کی وجہ سے یہ شکایت نہیں ہوتی۔ بچے اگر تھکے ہوئے ہوں تو ہر حال میں نیند آجاتی ہے، لائٹ نہ ہونا کوئی وجہ نہیں۔ آپ اس کی تہہ میں جائیے کہ کہیں اور کوئی بات تو نہیں ہے، ماں باپ کو بلا کر سمجھائیے کہ بچوں کو رات وقت پر سلادیں۔

سوال: ⑥ (امتحانی) پرچہ بناتے وقت کن کن چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے؟

جواب: پرچہ وہ استاد بنائے جو وہ مضمون پڑھاتا ہو۔ جو مضمون پڑھاتا ہے اس کو اچھی طرح پتا ہوتا ہے کہ کونسا سوال مشکل ہے اور کونسا عام ہے۔ تو پرچہ ایسا بنانا چاہیے کہ اعلیٰ نمبر لینے کے لیے ایک آدھ مشکل سوال بھی ڈال دیں، اتنا مشکل بھی نہ ہو کہ وہ طالب علم حل ہی نہ کرسکے، بس ذرا سا مشکل سوال ہو۔

سوال: ⑦ ایک بچہ ایک کلاس سے دوسری کلاس، ایک اسکول سے دوسرے اسکول یا عصری تعلیم سے دینی تعلیم یا برعکس کی طرف آتا ہے...... اس تعلیم میں بچے کو مانوس کرنے کے لیے کیا طریقہ ہو؟

جواب: مثلاً بچے کے ہاتھ پاؤں کپکپا رہے ہیں...... یا کتابیں الٹی سیدھی لے آیا...... یا وہ آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور ہونٹ کپکپا رہے ہیں...... اس صورت میں اس کو مانوس کرنے کے لیے پہلے اس کا نام پوچھیں، پھر کہیں کہ آپ کو کتاب میں جہاں آسان معلوم ہو کھولیں، پھر وہ جگہ پوچھیں پھر اپنے پاس بٹھا دیں۔ ایک دن، دو دن، ایک ہفتہ دے دیں تو وہ کھل جائے گا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ: مگر ایسی صورتحال قائم نہ ہو کہ باقی بچے یہ تاثر لیں کہ ان کے والد صاحب نے استاد صاحب کو کوئی تحفہ دیا ہے،

بل کہ بتادیں کہ یہ نیا بچہ ہے، اس کی دل جوئی کے لیے یہ کیا جارہا ہے وغیرہ......۔

سوال:⑧ بچوں کی دل چسپی کے لیے کیا کیا جائے؟

جواب: سوال ہی جواب ہے، لفظ دل چسپی پر غور کریں، دل اور چسپاں کرنا یعنی دل پر چسپاں کرنا۔ ایک بچہ ایک مضمون میں دل چسپی لے رہا ہے مگر دوسرے مضامین...... اسلامیات وغیرہ میں دل چسپی نہیں ہوتی تو پہلے ہی دن سے اس بچے کو وہ سبق مجبور کر کے نہیں بل کہ شوق دلا کر پڑھائیں۔

دل چسپی کی ضد دل اچاٹ ہونا ہے، میں کہتا ہوں بعض اوقات الجبرا جیسی (مشکل ترین اور خشک مضمون) چیزیں دل چسپ بنانے کی وجہ سے سمجھ میں آنے لگتیں ہیں اور اردو (جیسے مضمون) میں دل چسپی نہ دلانے کی بنا پر بچہ کم زور رہ جاتا ہے، جس دن آپ نے بچوں کے اندر ہر ایک مضمون میں الجبرا جیسی دل چسپی پیدا کر دی تو بات بن جائے گی۔

سوال:⑨ بچہ کلاس میں توجہ نہیں دے رہا (کیا کیا جائے؟)۔

جواب: توجہ کیا چیز ہے؟

① کلاس میں (استاد صاحب کی) بات کو غور سے نہیں سن رہا۔

② ہوم ورک کر کے نہیں لا رہا۔

③ بات نہیں مان رہا۔

ان تینوں باتوں کو الگ الگ طریقے سے ہینڈل کرنا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس استاد کو وہ بچہ اپنی نظر میں کسی کھاتے میں ہی نہیں رکھتا اور یا تو آپ نے اس کو ذلیل کیا ہے وغیرہ...... میرے نزدیک تو اس کا حل یہ ہے

کہ اس کی توجہ حاصل کرنے کے لیے آپ کچھ کیجیے۔ مثلاً: مصنوعی چیزوں کو اختیار کیجیے۔ ہرگز ذلیل کرنے کی کوشش نہ کیجیے۔

اسی طرح ہوم ورک کے اعتبار سے تو کہہ دیجیے کہ کلاس میں ہوم ورک پورا کیجیے، اِنْ شَآءَ اللّٰہُ (آئندہ) وہ ہوم ورک کرکے آئیں گے اور کچھ بچے لاُابالی پن میں رہتے ہیں، وہ ڈھیٹ ہوتے ہیں ان کا اصلاح کا طریقہ اور ہے۔

سوال: ⑩ جگہوں کی تبدیلیوں سے بھی تعلیم متاثر ہوتی ہے، اس کا حل کیا ہے؟

جواب: اس بچے کو آپ کاموں میں شامل کریں، منفی اثرات کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ مثلاً: بچہ کا یہ کہنا کہ پچھلی ٹیچر اچھی تھیں، اب یہ دوسری ٹیچر اچھی نہیں تو اس کو کلاس میں سلیبس کی کسی مصروفیت میں شامل کردیں۔

سوال: ⑪ ایک بچہ تمام حربوں کے استعمال کے بعد بھی نہیں چل رہا۔ اس کے لیے کیا کیا جائے؟

جواب: میں نے کہا تھا کہ بعض بچے ڈھیٹ ہوتے ہیں، عموماً ایسے بچے سفارشی داخلے والے ہوتے ہیں، ایسی صورت میں بس ان کو پیار سے لیکر چلیں۔ استاد صاحب ناظم صاحب سے بچے کی مکمل صورتِ حال کہہ دیں، اس کے بعد ناظم صاحب استادِ صاحب سے کہہ دیں کہ اس بچے کے بارے میں آپ سے نہیں پوچھا جائے گا، بس آپ محنت فرماتے رہیں۔

اس بچے کو یہ نہیں کہنا کہ آپ تو ڈھیٹ ہیں...... آپ تو بڑے لوگ ہیں اور ہر وقت A.C میں رہتے ہیں اور A.C میں رہ رہ کر بڑے لوگوں کے دماغ بھی ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں...... تم تو گاڑی سے نیچے پاؤں رکھتے نہیں، وغیرہ وغیرہ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تیسرا بیان

اساتذہ کی ذمہ داریاں

ہماری مائیں دودھ پیتے بچوں کو مشرک بناتی ہیں...... دودھ پیو ورنہ ڈونکی آجائے گا...... بلی آجائے گی...... بھالو آجائے گا...... وہ بوری والا بابا آجائے گا...... ورنہ کمرے میں بند کردوں گی...... یہ ماں اپنے بچے کو اندھیرے سے، بلی سے، مخلوق سے ڈرا رہی ہے تو یہ بچہ کڑیل جوان ہو کر بھی خالق سے نہیں؛ بل کہ مخلوق سے ڈرے گا۔

سعودی عرب میں جو سائنس کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں......

انھوں نے یہ تبدیلی کی ہے کہ یہ سمندر اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں اور ان سے گرمی کی تپش سے بھاپ اٹھتی ہے، وہ بخارات بن کر بادلوں سے بارش برساتی ہے، اس طرح سائنس انسان کو بے دین نہیں بناتی۔
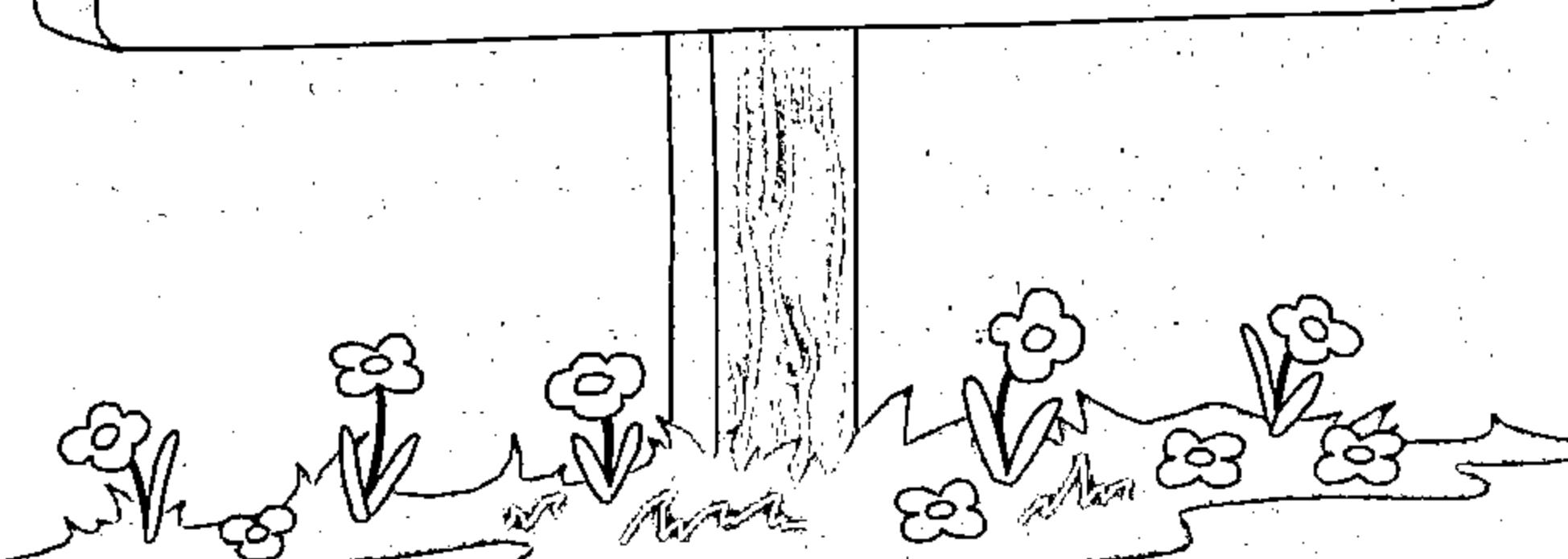
اساتذہ کی ذمہ داریاں

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله ونشهد ان سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله صلى الله عليه وسلم امابعد! فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٧﴾﴾[1]

ترجمہ: ”جس شخص نے بھی مومن ہونے کی حالت میں نیک عمل کیا ہوگا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، ہم اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے، اور ایسے لوگوں کو اُن کے بہترین اعمال کے مطابق اُن کا اجر ضرور عطا کریں گے۔“

---

[1] سورۃ النحل: ۹۷

پاکیزہ زندگی کیا ہے؟

پاکیزہ زندگی (حیات طیبہ) کیا ہوتی ہے؟ جب ہم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں، احادیث کو پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ پاکیزہ زندگی وہ ہوتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہو اور اس میں نافرمانی نہ ہو، یہ پاکیزہ زندگی ہے۔ جتنی نیکیاں اتنی پاک زندگی اور جتنے گناہ اتنی ناپاک زندگی ہوگی۔

اس ادارے کا مقصد پاکیزہ زندگی کا حصول ہے

اب یہاں اس شعبہ میں جو معلمین، معلمات پڑھاتی ہیں اور جو بچے پڑھتے ہیں یعنی کے جی سے لیکر اوپر تک (تین سال کی عمر سے لیکر اوپر تک)۔ یہ جو بچے یہاں آئے ہیں، یہ ایک خاص نقطۂ نظر سے آئے ہیں، جب کہ اور بھی بڑے اچھے اچھے اسکولز موجود ہیں، جن کو دنیا اچھا کہتی ہے..... مگر بسا اوقات ماں باپ کا دل دُکھ جاتا ہے، جب ان بچوں کی زندگی پاکیزہ نہیں ہوتی۔ تو ماں باپ اس بنیاد پر اپنے بچوں کو یہاں لاتے ہیں تاکہ ان کی زندگی پاکیزہ ہو جائے۔

نومولود کو اذان سنانے کی حکمت

عزیز معلمین و معلمات! ایک وقت تھا، جب یہ کہا جاتا تھا کہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو ایک کان میں اذان اور دوسرے میں اقامت کہی جاتی ہے۔ یہ کیا ہے؟ یہ کیا لیکر بیٹھ گئے؟ (یعنی بچے کو اذان و اقامت کی کیا سمجھ؟) مگر آپ حیران ہو جائیں گے کہ دس، بارہ سال سے اب پڑھے لکھے طبقے سے آپ کو یہ جملہ سننے کو نہیں ملے گا۔

ڈاکٹر کہتے ہیں کہ پیدائش سے پہلے ہی بچے میں فکر آجاتی ہے، اب تو ڈاکٹر یہ کہتے ہیں کہ اگر بچہ خوبصورت چاہتے ہیں تو گھر میں خوبصورت کلینڈر ماں دیکھا کرے تاکہ بچہ بھی خوبصورت پیدا ہو..... اب یہ نظریہ بن گیا ہے، اور اب تو باقاعدہ دوائیوں پر یہ لکھا ہوتا ہے کہ یہ دوائی ماں کو نہ دی جائے کہ اس سے بچہ پر غلط اثر پڑے گا، اسی طرح جب بچے بڑے ہوجاتے ہیں اور ان میں کوئی مرض ہوجائے تو ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ماں نے بچپن میں یہ دوائی کھائی تھی تو اب اس کا اثر ہوا ہے۔

اب وہ لوگ سب خاموش ہوگئے جو یہ کہتے تھے کہ "اذان واقامت کا اثر نہیں ہوتا، مولانا! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

یہ بچے یا بلائیں

میرے عزیز معلمین ومعلمات! بچے کی فوری پیدائش کے بعد جب اذان سے اتنا اثر ہوسکتا ہے تو یہ بچے تین، ساڑھے تین سال کی عمر میں جو آپ کے پاس ہیں، ان پر کتنا اثر ہوگا؟ اور اس پر تو دلیل دینے کی بھی ضرورت نہیں کہ کوئی بچہ اس وقت بات لینے میں کتنی مہارت رکھتا ہے؟

میں دعویٰ سے عرض کرتا ہوں کہ یہ بچہ عقلاً ہم جیسے ذہین اساتذہ سے تقریباً بیس سال پہلے اور آگے ہے، اس کا تجربہ روزانہ ہورہا ہے۔ کمپیوٹر پر بچہ فوراً اپنے کارٹون نکال لیتا ہے اور معلمین ومعلمات کو کمپیوٹر سمجھانے کے لیے ایک ہفتہ لگے گا۔ اگر اتنی کڑی صلاحیتیں بچے میں موجود ہیں تو میں کہوں گا کہ یہ بچے نہیں بل کہ بلائیں ہیں ذہنی استعداد کے اعتبار سے۔

اساتذہ کی ذمے داریاں

اب ان معلمین ومعلمات پر کتنی ذمہ داریاں آگئیں؟ کس طرح اس نرسری کے بچے میں پاکیزہ زندگی کا شعور پیدا ہوجائے؟ یہ سوچنا پڑے گا۔ اگر آپ نے ان بچوں کی ایمانی اور عملی کیفیت بنادی تو یہ کیفیت اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ ساری زندگی ان کے اندر رہے گی۔

میرے عزیز معلمات واساتذہ! میں آپ کو مایوس کرنے نہیں آیا۔ اگر آپ کہیں کہ بچہ رات کو کچھ اور دیکھتا ہے...... ٹی وی دیکھتا ہے...... ہم کیا کریں؟ تو ﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ [1] ترجمہ: "اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو" والی آیت موجود ہے، اس دین کو تو قیامت تک رہنا ہے۔ لہٰذا بطور معلم کے ساری ذمّہ داری آپ پر آئیں گی۔

پہلی ذمہ داری

ایمان پر محنت کرنا

حضرت لقمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پہلے اپنے بچے کے ایمان کی تربیت کی۔ جیسا قرآن مجید میں ہے:

﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۗ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿١٣﴾﴾ [2]

---

[1] سورۃ الزمر: ۵۳

[2] سورۃ لقمٰن: ۱۳

ترجمہ: "اور وہ وقت یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ: "میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ یقین جانو شرک بڑا بھاری ظلم ہے شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

ممکن ہے آپ میں سے بعض علماء معلمین اس بات میں الجھیں کہ شرک کے الفاظ تو بڑوں کے متعلق ہیں شرک کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات، اللہ تعالیٰ کی صفات یا صفات کے تقاضوں میں کسی کو شریک کرنا، یہ شرک ہوتا ہے۔

ہماری مائیں دودھ پیتے بچوں کو مشرک بناتی ہیں...... دودھ پیو ورنہ ڈونکی آجائے گا...... بلی آجائے گی...... بھالو آجائے گا...... وہ بوری والا بابا آجائے گا...... ورنہ کمرے میں بند کردوں گی...... یہ ماں اپنے بچے کو اندھیرے سے، بلی سے، مخلوق سے ڈرا رہی ہے تو یہ بچہ کڑیل جوان ہو کر بھی خالق سے نہیں؛ بل کہ مخلوق سے ڈرے گا۔

اس کیفیت میں ان بچوں کے ایمان پر محنت کرنی پڑے گی، اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اس کے تقاضوں کو ان کے دلوں میں بٹھانا ہوگا کہ زندگی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، اللہ تعالیٰ خالق ہے۔

"سعودی عرب" میں جو سائنس کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں...... (میں نے خود ان کتابوں کا مطالعہ کیا وہاں جا کر بھی اور یہاں بھی) وہاں بالکل ابتدائی کلاسوں کی سائنس کی کتابوں میں بھی پانی اور گیس کا تذکرہ کیا ہے۔ انھوں نے یہ تبدیلی کی ہے کہ یہ سمندر اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں کہ گرمی کی تپش سے سمندر سے بھاپ اٹھتی ہے، وہ بخارات بن کر بادلوں سے بارش برساتی ہے، اس طرح سائنس انسان کو بے دین نہیں بناتی۔

عزیز معلمین و معلمات! بچوں کے ایمان پر محنت کرتے ہوئے مضمون وہی (سائنس) پڑھا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ۔ بار بار کہیں تا کہ بچے کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔

عمل پر محنت کرنا

ایمان کے بعد عمل کا درجہ ہے، خود بھی استاد کو اعمال کا پابند ہونا پڑے گا۔

آپ جانتے ہیں کہ جس گھر کے اندر ماں باپ حدیث مبارک "اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ"[1] پر عمل کرتے ہوئے نمازیں (مرد حضرات سنتیں اور نوافل، جب کہ خواتین مکمّل نماز) پڑھتے ہیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان گھروں کے چھوٹے چھوٹے بچے، گھروں میں مصلّٰی بچھاتے ہیں، التحیات میں بیٹھتے ہیں اور شہادت کی انگلی اٹھاتے ہیں۔

اپنی زبان اور کردار کو پاکیزہ بنانا

آپ میں سے جو معلمات مائیں ہوں گی، وہ بھی سمجھ سکیں گی کہ یہ بچے جب گھر جاتے ہیں تو پہلے پوری رپورٹ دیتے ہیں، پھر کھانا کھاتے ہیں۔ اور ناسمجھ مائیں

[1] صحیح البخاری، التطوع، باب التطوع فی البیت، الرقم:۱۱۸۷

کہتی ہیں کہ پہلے کھانا کھاؤ، پھر دوسری باتیں اور عقل مند مائیں بچوں کو بولنے دیتی ہیں کہ اچھا پھر کیا ہوا؟ پھر کیا ہوا؟

یہ بچے آڈیو، ویڈیو ریکارڈنگ کرتے ہیں، ان بچوں کو اللہ تعالیٰ نے دو کان یعنی دو ہیڈ فون دیے ہیں اور دو آنکھیں یعنی دو کیمرے دیے ہیں۔ میں نے جو یہ کہا تھا کہ یہ بچے ہم سے بیس سال آگے ہیں، اس لیے کہ ایک ہوتی ہے خالی کیسٹ اور ایک ریکارڈ کی ہوئی۔ ان بچوں کی کیسٹیں ریکارڈ نہیں ہوئیں، ان بچوں کی (Blank CDs) ہیں اور اب ری پلے ہوگا۔

یہی ہے وہ بات جو ماں باپ کی طرف سے شکایت آتی ہے کہ ہمارا بچہ تو بدزبان نہیں تھا، اب بدزبانی سیکھ لی ہے۔ ناظم صاحب اگر سمجھدار ہوں گے تو سمجھ جائیں گے کہ تربیت کی خاطر کبھی کبھی استاد بھی بدزبانی کر لیتا ہے، پورے گھنٹے کی تقریر تو بچے کو یاد نہ ہوگی مگر بدزبانی کا ایک لفظ بھی یاد کر لیتا ہے۔

لہٰذا معلمہ کی ذمہ داری ہے کہ اپنی زبان کو پاکیزہ بنائے، چاہے تصنع کے ساتھ ہو، ورنہ اس کی آڈیو ریکارڈنگ خراب ہو جائے گی، اس معلمہ کو اپنا اٹھنا بیٹھنا پاکیزہ بنانا ہوگا۔ آپ نے معلمات کا انتخاب بھی دینی (یعنی دین داری کو مدِنظر رکھ کر) کر لیا، اگر کلاس میں اس کی زبان پاکیزہ نہ ہوئی تو آپ اس کا اندازہ اس وقت کر سکتے ہیں، جب آپ باپ بن کر دیکھیں گے۔

میں نے معلمات کی بات اس لیے کہی کہ مائیں بچوں کو وقت دیتی ہیں، باپ نہیں دیتے۔ باپ جب آتا ہے تو ہوتا یہ ہے کہ ایک بچہ چارپائی کے نیچے گھس جاتا ہے، ایک بچہ چھت پر چلا جاتا ہے، بڑا بچہ باہر چلا جاتا ہے۔ تو ماں کی طرح ایک معلمہ بھی بچوں کو وقت دے۔

عہدِ حاضر کے زہر سے بچانا

عملی زندگی میں ایک خاص پہلو جو حضرت لقمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

﴿وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ [1]

ترجمہ: "لوگوں کو نیکی کی تلقین کرو اور بُرائی سے روکو۔"

آج کل ماں باپ بڑا تلخ سوال کرتے ہیں کہ ہم اس میڈیا کے دور میں اپنے بچوں کو (گناہوں سے) کیسے بچائیں؟

آپ کو ان بچوں پر لگاتار محنت کرنی پڑے گی کہ انھیں اچھائی اور بُرائی میں تمیز کرا دیں، جائز وناجائز کام ان چھوٹے چھوٹے بچوں کی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق ان کو بتانا ہوں گے۔ [2]

ایک باپ نے واقعہ سنایا: کہ اس کا بچہ ایک ماڈرن اسکول کی دوسری کلاس میں پڑھتا ہے، چھٹیاں ہوگئیں۔ چھٹیوں میں اس کے دو دوست آئے، ماں نے کہا: انھیں پیچھے لان میں بٹھا دو، جوس پلایا اور تقریباً بیس منٹ بیٹھے، پھر وہ چلے گئے۔

---

[1] سورۃ لقمان: ۱۷

[2] بچوں کی مناسب اور معیاری تربیت کے خواہش مند ماں، باپ مکتبہ بیت العلم کی کتاب "مثالی ماں" اور "مثالی باپ" کا مطالعہ کیجیے۔ یہ دونوں کتاب إِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی اولاد کی بہترین تعلیم وتربیت میں والدین کے لیے انتہائی معاون اور مفید ثابت ہوگی۔

ماں نے کہا: بیٹا! مجھے اپنے دوستوں سے ملایا نہیں؟ کلاس ٹو (2) کے بچے نے کہا: آپ تو پردہ کرتی ہیں۔

یہ کوئی ایک دو دن کی تربیت نہیں ہوتی، بل کہ اس تربیت کے پیچھے کئی دنوں کی محنت ہوتی ہے۔

آج کی اس نئی نسل کو آپ کو بچانا پڑے گا، کیوں کہ یہ دور، فتنوں کا دور ہے، علامات صغریٰ جو ظہورِ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے کی ہیں، وہ پندرہ ہیں اور محدثین فرماتے ہیں کہ وہ پندرہ کی پندرہ پوری ہوگئی ہیں۔

بعض دین سے ناواقف لوگ کہتے ہیں کہ بچوں کو کچھ جوانی کی باتیں بھی بتانا چاہیے؛ تاکہ بچوں کو بچپن سے یہ معلوم ہو جائے۔ یہ مغربی ذہنیت ہے۔

ہر ماں باپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ بچہ جلدی سے طاقت ور بن جائے...... جوان بن جائے...... سمجھ دار بن جائے...... مگر یہ ماں باپ شیر خوار بچوں کو روسٹ کیوں نہیں کھلاتے؟ کھلائیں نا روسٹ ان کو؟ کیوں کہ ان کا اعتقاد ہے کہ اگر روسٹ کھلائیں گے تو یہ (شیر خوار بچہ) مر جائے گا، تو ان بچوں کو وقت سے پہلے ان کی سمجھ سے بڑی باتیں بتانا، روسٹ کھلانے کے مترادف ہے۔ روسٹ کھلا دیجیے گا، باربی کیو بھی کھلا دیجیے گا؛ مگر جب بچہ اس کھانے کے قابل ہو جائے۔

میں نے کہا: وہ ماں باپ بہت بڑے احمق ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ بچوں کو کیا پتا؟ معلمات بچوں کو حکمت عملی سے یہ بتا دیں کہ بیٹا! یہ اچھی بات نہیں؛ بشرطیکہ آپ نے پہلے سے اللہ تعالیٰ کا تعارف کرا دیا ہو، اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں بٹھا دی ہو۔ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آج کل معلمات پریشان ہیں، چھوٹے بچے وہ

حرکتیں کر رہے ہیں جو بڑے کرتے ہیں۔ میں بڑے مہذب الفاظ میں باتیں کر رہا ہوں۔

دین دار معلمات پریشان ہیں کہ بچوں میں حیا پیدا ہو۔ ہم حیا کا ترجمہ شرم سے کرتے ہیں، بعض مغربی ماہرین تعلیم کہتے ہیں کہ بچوں کو شرمیلا نہیں ہونا چاہیے، بعض اسکولوں میں بچے کی کیفیت جانچنے کے لیے ایک خانہ بنایا گیا ہے کہ کیا یہ بچہ شرمیلا ہے؟ اگر ہے تو یہ نمبر نیگیٹیو ہوں گے، یعنی نہیں ملے گے۔

ہمارے ذہنوں میں حیا کی پہچان ہی نہیں ہے، اچھی طرح یاد رکھیں آج شرم وحیا کے پیمانے بدل گئے۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے مفردات القرآن میں حیا کی تعریف یہ کی ہے:

"اِنْقِبَاضُ النَّفْسِ عَنِ الْقَبِيْحِ"

"یعنی بُری بات کے بارے میں انسان کے دل کے اندر جو رکاوٹ ہوتی ہے وہ حیا ہوتی ہے۔ جب وہ رکاوٹ اٹھ جائے تو انسان بے حیا بن جاتا ہے۔"

اب اگر جو بچہ ادارہ سے باہر نکل کر ٹوپی اتار دے، کہا جائے کہ بیٹا! ٹوپی پہن لو، وہ کہتا ہے کہ نہیں! مجھے ٹوپی پہننے میں شرم آرہی ہے، اچھی طرح سمجھ لیں کہ وہ بچہ ٹوپی کو بُرا سمجھ رہا ہے۔ نوجوان بچی کو کہا جائے کہ برقعہ اوڑھ لو، تو وہ کہتی ہے کہ مجھے برقعہ پہننے میں شرم آتی ہے، وہ برقعہ کو بُرا سمجھ رہی ہے۔

آج حیا کے پیمانے بدل گئے، آپ کو پھر یہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی کہ "اوئے حیا والا بنو" سارا سال یہ جملہ نہ کہنا پڑے گا۔ گناہ والی بات نہ کریں بل کہ یہ سوچیں کہ ان بچوں کو اعمال صالحہ کی طرف کیسے لانا ہے؟

پانچویں ذمہ داری

تمام بچوں کو اپنے قریب کرنا

ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ گناہ سے نفرت کرو، گناہ گار سے نفرت نہ کرو۔ بالکل اسی طرح جن بچوں میں اعمال صالحہ نہیں تو ان کو اپنے قریب لائیں، اُن کی اصلاح کے لیے آپ کو تحمّل اور برداشت سے کام لینا ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سجدے میں گئے، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر چڑھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ لمبا کر دیا[1] اور وہ روایت بھی یاد ہوگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، بچہ ٹانگوں سے نکل رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹانگیں اور چوڑی کر دیں۔

ہم تو جہاں نماز پڑھتے ہیں وہاں کرفیو لگ جاتا ہے۔ اگر آپ نے بچے کو جھڑک کر بٹھا دیا، اس سے بالکل وہی کیفیت ہوگی جیسے میڈیکل سائنس میں (زخم کے لیے) اینٹی بائٹیک دے؛ تاکہ اس سے اس زخم کے جراثیم ختم ہوجائیں اور اگر اناڑی قسم کا ڈاکٹر ہوگا تو اس (زخم) کو دبائے گا، جس سے کینسر بھی بن سکتا ہے۔ ان بچوں کے پھوڑے آپ چھپائیں ضرور، دبائیں نہیں۔

میں اگر عرض کروں تو یہ معلمین ومعلمات ایک بہت بڑا جہاد کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ سب معلمین ومعلمات کو نئی نسل کے ایمان، اخلاق اور کردار کی حفاظت کا ذریعہ بنائے، بزرگ دعائیں مانگ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو ذریعہ بنا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں کو معاف فرمائیں۔ (آمین)

---

[1] المطالب العالیہ للحافظ، المناقب، باب الحسن والحسین، الرقم: ۴۰۶۹

سلسلہ سوالات وجوابات

شرارتی بچوں کو پھر کس چیز سے ڈرائیں؟

سؤال: ⑪ بچوں کو کتے، بلی سے نہ ڈرائیں تو کس سے ڈرائیں؟

جواب: میں ایک عالم کے بجائے ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے جواب دوں گا، ورنہ آپ کہیں گے کہ یہ مولویانہ جواب ہے۔ میں تقریباً تیرہ، چودہ سال سے پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے ممتحن ہوں، بے دین ڈاکٹر بھی کہتے ہیں کہ بچوں کو کتے، بلی سے نہ ڈرائیں۔ بچے کو آپ ترغیب دیں چاہے مار کر، چاہے اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کر کے، ممکن ہے آپ کہہ رہے ہوں مولانا! پھر آپ نے مولویانہ بات کر لی...... بچے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہی نہیں؟

ذاتی واقعہ

میں اپنی ذات کے اعتبار سے ایک واقعہ سناتا ہوں۔ تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ میں اپنے نواسے کو لیکر جا رہا تھا۔ میرے نواسے کو ویگن لاتی تھی اور لے جاتی تھی۔ مجھے کہا گیا کہ آپ فارغ ہو کر بچے کو لیکر آ جائیں۔ وہاں راستے میں راحت بیکری آتی ہے۔ اس نے کہا نانا ابا! مجھے آئسکریم کھلائیں؟ میں نے کہا: ابھی گرمی ہے بعد میں پھر کبھی سہی۔

اس نے کہا: اگر آپ مجھے آئسکریم نہ کھلائیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو جہنم میں داخل کریں گے۔ میں نے اسی وقت گاڑی موڑی اور آئسکریم کھلائی۔ پھر میں نے بعد میں اس سے کہا: بیٹا! اللہ تعالیٰ جہنم میں اس کو داخل کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی بات

نہ مانے، نہ کہ اس کو جو بچوں کی بات نہ مانے، تو اس نے گھر جا کر معذرت کی۔
تو بات یہ ہے کہ اس نے مجھے کیسے ڈرایا؟ اس کے اندر کس نے یہ خوف پیدا کیا تھا؟

آپ حضرات بزرگوں سے تعلق رکھتے ہیں خوف اور چیز ہے اور خشیت اور چیز...... خشیت وہ ہے جس میں تعظیم ہو اور جس میں تعظیم نہ ہو وہ خوف ہے...... تو خشیت پیدا کرنا ہے نہ کہ خوف۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے، اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ اس تھوڑی سی فکر سے بھی فرق پڑے گا۔

دل چسپ انداز میں نصیحت کرنے کا طریقہ

سوال: ⑫ بعض اوقات نصیحت خشک انداز سے کرتے ہیں تو بچوں پر اثر نہیں ہوتا۔ اس کو دل چسپ کیسے بنایا جائے؟

جواب: شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے جتنا دل چسپ بنا سکتے ہیں بنا لیں، میں اس کی مثال دیتا ہوں کہ آپ بچوں کو ایمان کی پانچ باتیں بتانا چاہتے ہیں...... ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ کہیں کہ کل سب بچے یہ یاد کر کے لائیں...... یہ طریقہ بھی بالکل ٹھیک ہے۔

اور ایک طریقہ یہ ہے کہ سب بچوں سے یہ کہیں کہ کل سب بچے ایک پھول بنائیں، اس پھول کی پانچ پتیاں ہوں، ان پتیوں میں کلر بھریں اور ان میں لکھیں کہ پانچ چیزیں کیا ہیں؟

پھر بھی یاد رکھیں کہ ہمارا کام دلوں میں اتارنا نہیں، یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ بھی نہیں تھا۔

﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ

﴿ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴾ [1]

تَرْجَمَہ: "(اے پیغمبر!) حقیقت یہ ہے کہ تم جس کو خود چاہو، ہدایت تک نہیں پہنچا سکتے، بل کہ اللہ جس کو چاہتا ہے، ہدایت تک پہنچا دیتا ہے اور ہدایت قبول کرنے والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔"

﴿ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴾ [2]

تَرْجَمَہ: "وہ جو کچھ کرتا ہے، اُس کا کسی کو جواب دہ نہیں ہے، اور ان سب کو جواب دہی کرنی ہوگی۔"

بچوں کی اصلاح سے مایوس نہ ہوں

مایوس نہ ہوں۔ میڈیا والے اس بات کو ذہن میں بھی نہیں لاتے کہ لوگ اُکتا جائیں گے، بل کہ ان کا اعتقاد ہے کہ بار بار ذکر کرنا، بار بار اشتہار دینا ہے۔ ذرائع ابلاغ عامہ کا یہ اصول ہے "اِذَا تَكَرَّرَ الْكَلَامُ فِي السَّمْعِ تَقَرَّرَ فِي الْقَلْبِ"
تَرْجَمَہ: "جب کان میں کوئی بات بار بار آئے تو وہ دل میں ٹھہر جاتی ہے۔"

میڈیا کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ جس چیز کو آپ عوام کے ذہنوں سے نکالنا چاہتے ہیں تو اس کا تذکرہ بھی نہ کریں۔ میڈیا والے سیلاب اور زلزلوں کی بار بار، خبر دیتے رہتے ہیں، بتاتے رہتے ہیں مگر جب وزارت اطلاعات کی طرف سے آرڈر آتا ہے کہ یہ خبر دینا بند کرو تو ایک ہی ہفتے بعد سب کے ذہنوں سے یہ خبر نکل جاتی ہے۔

---

[1] سورۃ القصص: ۵۶

[2] سورۃ الانبیاء: ۲۳

معذرت کے ساتھ آج کل کلاس میں تو ماحول دینی ہے؛ مگر دو ٹیچر آپس میں باتیں کر رہے ہیں کہ کل وہ ڈرامے کی قسط میں یہ ہوا، اور سب بچے ان کی باتیں سن رہے ہیں۔ چھوڑیں، پھر اس مصلے کو لپیٹ دیں...... اس دینی ماحول کو ختم کریں...... یہ کچھ اور ہی ہو رہا ہے، اس مصلے کو اگر بچھایا ہے تو نماز پڑھیں...... ورنہ لپیٹ لیں۔

ضدی بچے کا علاج

سؤال: ③ ضدی بچے کی ضد کا علاج کیا ہے؟

جواب: ضد کا علاج بزرگوں نے بتایا ہے کہ جب ضدی بچہ سو جائے اور گہری نیند میں ہو تو ماں باپ اس کے قریب بیٹھ کر ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اتنی آواز سے پڑھیں کہ وہ نہ جاگے۔

ماں باپ ہی بچے کو ضدی بناتے ہیں کہ ایک دفعہ کہہ دیا کہ نہیں بیٹا یہ ٹھیک نہیں...... پھر ضد کی، پھر ذرا سختی سے منع کر دیا...... اس نے پھر ضد کی تو کہا: بالکل نہیں دینا...... مگر وہ ضد کرتا رہا تو کہا اچھا چلو لے لو...... تو اس طرح بچے کو ضد کرنا، خود ہی سکھا دیا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

چوتھا بیان

کامیاب مدرس بننے کے اصول

شاگرد کہیں ٹوٹ نہ جائے، کہیں مایوسی میں نہ چلا جائے، اس کے لیے بچوں کی نفسیات سے واقف ہونا چاہیے۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ میرے بولنے سے بندہ بن جائے گا یا میری خاموشی سے؟

اس کا کیا کریں کہ ایک شاگرد روتا ہوا آیا...... ہچکیاں بندھی ہوئی ہیں...... وہ شاگرد کہتا ہے: "آج آپ نے سبق پڑھاتے وقت میری طرف دیکھا نہیں۔"

اب یہ بات اگر ہو آپ اس چھوٹے بچے کی طرف صرف مسکرا کر دیکھ لیں، یہ اس کو جوس دینے کے مترادف ہے۔

کامیاب مدرس بننے کے ۱۱
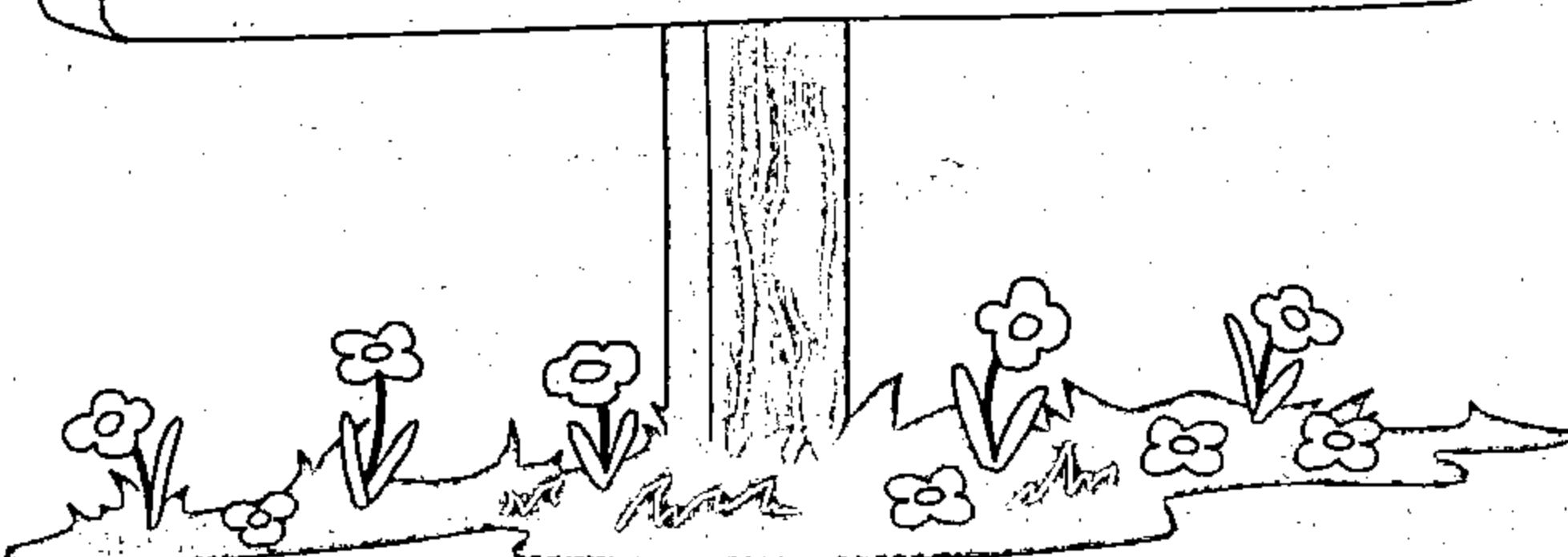
(اس بیان میں ان گیارہ (۱۱) باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، جن کے پیدا ہونے سے اللہ رب العزت استغراق کی کیفیت نصیب فرمادیں گے اور پھر یہ استاد شرح صدر کے ساتھ پڑھانے والا ایک "کامیاب، قابل اور ماہر استاد" بن جائے گا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ)

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله ونشهد ان سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله صلى الله عليه وسلم امابعد!

فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿٢٥﴾ وَ يَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿٢٨﴾﴾ [1]

ترجمہ: "پروردگار! میری خاطر میرا سینہ کھول دیجیے، اور میرے لیے میرا کام آسان بنا دیجیے اور میری زبان میں جو گرہ ہے اسے دور کر دیجیے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔"

---

[1] سورۃ طٰہٰ: ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸

میرے محترم اساتذۂ کرام! اللہ رب العزت نے انسان کو جو احساسات وجذبات دیے ہیں، ان احساسات وجذبات کو اگر انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق بنالے تو یہی احساسات وجذبات نیکی کہلاتے ہیں اور یہ احساسات وجذبات انسان کے لیے آخرت میں اِنْ شَآءَ اللّٰہُ کام آئیں گے۔

اگر انسان احساسات وجذبات کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دے یا اپنے نفس کی اطاعتوں پر چھوڑ دے تو پھر یہی احساسات وجذبات گمراہی، فتنے، مایوسی اور ناامیدی کے راستے ہیں۔ ایک استاد جب اپنے ان احساسات کو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے مطابق رکھتا ہے تو پھر میدان کتنا ہی سخت ودشوار کیوں نہ ہو؟ یہ انسان اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ اس میں کامیاب رہے گا۔

کامیاب استاذ بننے کی دعا

یہ جو ابھی میں نے دعا پڑھی۔ جو ہم بچوں کو سبق پڑھانے سے پہلے پڑھاتے ہیں کہ اس دعا سے اللہ تعالیٰ ذہنوں کو کھول دیتا ہے۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سکھائی تو اس دعا میں ہم یہ دیکھیں کہ استاد کون ہے؟ شاگرد کون ہے؟ اور آگے جا کر شاگرد کو کہاں جانا ہے؟ جس میدان میں جا کر اس کو کام کرنا تھا اس سے سخت میدان کوئی نہ تھا۔ ﴿رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿٢٥﴾﴾ اللہ رب العزت سکھا رہے ہیں۔ اور کس کو؟ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور آگے چل کر فرعون کے میدان میں جانا ہے۔

آپ حضرات کے سامنے کتنا بھی مشکل میدان ہو؛ لیکن اللہ رب العزت نے اس آیت میں کیا سکھایا ﴿رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿٢٥﴾﴾

ایک استاد کو جب اللہ تعالیٰ شرح صدر کی توفیق دیتا ہے تو وہ اپنے کام میں ڈوب کر

کام کرنے والا بن جاتا ہے، پھر وہ استاد موسم، بارش اور دھوپ کی پرواہ نہیں کرتا، حالات کے اتار چڑھاؤ اور باہر کی مہنگائی کی پرواہ نہیں کرتا۔ جب اللہ تعالیٰ استغراق کی کیفیت دے دیتے ہیں۔ تو پھر یہ بیرونی عوامل اس پر اثر انداز نہیں ہوتے۔

یقین جانیے آج بلا استثناء ہر مدرس یہ چاہتا ہے کہ کاش ایسی کیفیت اللہ تعالیٰ مجھے نصیب کر دے۔ اب ہر ایک کا مزاج، سوچ، ظرف مختلف...... بھائیوں کا مزاج مختلف...... پسند و ناپسند مختلف...... ہر ایک کے گھریلو حالات مختلف...... اور خاندانی پس منظر مختلف ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ان تمام حالات کے باوجود ایک مدرس ایسا بن جائے کہ اسے استغراق کی کیفیت مل جائے۔

بس دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں سے جوڑ پیدا فرمائے اور بوجھ نہ آئے اور اللہ تعالیٰ سے توقع ہے کہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بوجھ نہ آئے گا۔

بعض جملے ایسے ہیں کہ اگر قلبی تعلق نہ ہو تو وہ جملے چبھتے ہیں، فتنے پیدا ہوتے ہیں اور اگر اخلاص پیدا ہو تو وہی جملے جوڑ پیدا کرتے ہیں۔ میں موضوع کو ذرا بدلتا ہوں...... گھر کے اندر اگر ماں اپنی حقیقی بیٹی کو یہ کہہ دے: "بیٹی! ذرا دوپٹہ ٹھیک کر کے اوڑھ لو۔" ماں بیٹی میں قلبی تعلق ہو، جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے، تو بیٹی نے دوپٹہ ٹھیک کر کے اوڑھ لیا اور بات ختم۔ لیکن اگر یہ ماں ساس ہو اور آگے بہو ہو اور ان کے درمیان قلبی تعلق نہ ہو...... یہی جملہ...... یہی لہجہ...... اور یہی آواز...... ہو تو بہو کہے گی: "یہ مجھے دوپٹہ اوڑھنا سکھاتی ہے؟" تو بہو کیڑے نکال رہی ہے۔ وہی جملہ ہے جو بیٹی کو کہا اور وہی جملہ ہے جو بہو کو کہا۔

اس لیے میں نے آپ سے بڑے ادب سے التماس کی ہے، اللہ کرے یہ نشست آپ کو ایسا مدرس جسے استغراق والی کیفیت حاصل ہو...... بنا دے۔ آمین

کامیاب استاذ بننے کے اصول

نظم وضبط کی پابندی کرنا

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ میں لکھا ہے کہ ایک نوجوان خوب دعائیں کر رہا تھا کہ "اللہ تعالیٰ! اولاد دے دے۔" کسی نے اس سے کہا کہ "بھائی! شادی کو کتنا عرصہ ہوا؟" تو اس نے کہا: "شادی تو نہیں ہوئی۔" دعا کے ساتھ ساتھ اسباب اختیار کرنے کے درجے میں اس مدرس کو بھی کوشش کرنی ہوگی، اپنے آپ کو چند دائروں میں لانا ہوگا۔

ایک سب سے اہم دائرہ نظم وضبط کی پابندی کا ہے کہ خود کو نظم وضبط کا پابند بنالے کہ وقت پر ادارے میں پہنچنا اور اپنے آپ کو ادارے کے قواعد وضوابط کے مطابق لانا۔

یہ عرض کردوں کہ جب منتظم ادارے کے لیے دائرے بنائے تو آپ کا چہرہ آپ کے اعمال کا آئینہ ہے، یہ اٹھنا بیٹھنا بتاتا ہے، یہ اپنے چہرے کے تاثرات سے بتادیتا ہے، چہرہ ایک کتاب ہے۔ (لیکن اس کی بنیاد پر حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا)۔

ابھی مسابقہ[1] ہو رہا تھا مسابقہ دیکھ کر دل خوش ہوگیا؛ لیکن میں لاہور میں اپنے مدرسے کی بات بتاتا ہوں کہ ایک مدرس نے مجھ سے کہا کہ "آپ نے کیا الجھا

---

[1] مدرسہ بیت العلم کا سالانہ مسابقہ ۱۴۳۲ مطابق ۲۰۱۱ء۔ یہ مسابقہ کا دوسرا حصہ تھا جو ۲۵ جون ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ مدرسے کے دار القرآن میں بعد از نماز ظہر منعقد ہوا۔

دیا ہے؟" (ممتحن کے لیے اصول بنا کر کہ ایک غلطی پر ایک نمبر کاٹا جائے وغیرہ) ہم تو طالب علم کو آتا ہوا دیکھ کر پہچان لیتے ہیں اور سمجھ جاتے ہیں کہ کتنے نمبر دینے ہیں؟

میں نے اس مدرس سے ہاتھ جوڑ کر کہا: "ایسے ممتحن نہ بنیں، یہ تو اللہ والوں کی شان ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وضو کا پانی گرنے سے پہچان لیتے تھے کہ کونسا گناہ ڈھل رہا ہے؟"

اگر یہ مدرس اس نظام کی پابندی میں کامیاب ہوجائے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ اس میں استغراق کی کیفیت پیدا ہونی شروع ہوجائے گی۔

دوسرا اصول

احکامِ شریعت کی پابندی کرنا

مدرس کے لیے دوسری چیز احکام شریعت کی پابندی ہے۔ مدرس اگر اپنے آپ کو صرف فرائض کی حد تک پابند کرے گا تو اسی قدر استغراق کی کیفیت پیدا ہوگی، اگر واجبات کی حد تک تو اس سے بڑھ کر کیفیت پیدا ہوگی، اگر سنت مؤکدہ کی حد تک تو اس سے بھی زیادہ، اگر سنت غیر مؤکدہ کی حد تک اپنے کو پابند کرے گا تو اس سے بھی زیادہ کیفیت پیدا ہوگی اور اگر خلاف اولیٰ سے بھی بچنے کی پابندی کرے گا تو اور ہی کیفیت پیدا ہوگی۔

آپ مایوس نہ ہوں، کوشش کرتے رہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں فرائض کی حد تک، بعض واجبات کی حد تک اور بعض سنت کی حد تک پابند رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسی حساب سے دیتے ہیں۔

اللہ والوں سے تعلق رکھنا

جو اساتذہ اللہ والوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ اب مدرّس یہ چاہے کہ بزرگوں سے تعلق نہ رکھے تو وہ کیسے بنے گا؟ میں نے عرض کیا کہ اس کی تدریس پر اس کے (چھوٹے بڑے) گناہ اثر کریں گے۔

میں نے پہلے ہی عرض کر دیا تھا کہ میری باتوں کو دل پر نشتر سمجھ کر نہ لیجیے گا...... کوئی طنز وطعن نہ سمجھیے گا؛ کیوں کہ شریعت کی پابندی جس طرح مدرس پر اپنا ایک رنگ چڑھاتی ہے، بالکل اسی طرح گناہ کا بھی ایک رنگ ہوتا ہے، وہ رنگ کوئی چھپا نہیں سکتا۔

وہ استاد جو معاشرے کے اندر رہتے ہوئے سبق پڑھا رہا ہے اور شاگردوں سے پوچھے کہ آج کس کا میچ ہے؟ بظاہر یہ معمولی بات ہے؛ لیکن اس میچ کے اندر یہ استاد ہار گیا۔ یہ باتیں (کہ آج کس کا میچ ہے؟ اور اس جیسی اور باتیں) شاگردوں سے کرنے کے بعد استاد ہار گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ بھی ٹی وی دیکھتا ہے۔ اس نے نہیں کہا کہ میں ٹی وی دیکھتا ہوں؛ مگر چند جملے بولے کہ ان کے بولنے سے یہ استاد میچ ہار گیا۔ جو بات میں عرض کرنا چاہتا تھا وہ یہ کہ نیکیوں کی زندگی خوشبو چھوڑتی ہے اور گناہوں کی زندگی بدبو چھوڑتی ہے اور شاگرد بھی محسوس کر لیتے ہیں۔

استاد دورانِ تدریس اپنے آپ کو عملی نمونہ بنانے کی کوشش کرے۔ آگے چل کر یہ طلبہ ان کو اپنائیں گے۔

طلبا کی اصلاح کا کامل جذبہ ہونا

ایک استاد کے اندر بہترین خصوصیت یہ ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا مزاج بنالے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آپ ان کے ملفوظات میں پڑھتے ہوں گے کہ ان کے بستر پر اگر شکن ہوتی، جب تک وہ دور نہ فرما لیتے نیند نہ آتی اور فرماتے کہ اگر گھڑے پر پیالہ ٹیڑھا رکھا ہوا ہو، جب تک اس کو سیدھا نہ کردوں، سر میں درد ہوتا رہتا ہے۔

میرے ایک ذہین ساتھی تھے، (اُس وقت وہ ساتھی نوجوان تھے، اب بزرگ ہوگئے ہیں) کہنے لگے کہ شیخ کو اتنا بھی ناز ونخرے والا نہ ہونا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے بھی اس وقت کوئی جواب نہ سوجھا۔

چناں چہ ڈاکٹر عبدالحئ عارفی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھ دیا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات میں یہ بات لکھی ہے، ڈاکٹر عبدالحئ عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر سا جواب لکھا: "یہ شیخ کی نازک مزاجی نہیں ہے، یہ اصلاح کا کامل جذبہ ہے۔ والسلام"

اب بات کو ذرا کھولتا ہوں، جب ایک شیخ کا یہ مزاج بن چکا ہو کہ گھڑے کے پیالے کو ٹیڑھا دیکھ کر سر میں درد اور بستر میں سلوٹ دیکھ کر نیند نہ آتی ہو......

حالاں کہ یہ تو بے جان چیزیں ہیں، اس شیخ کے سامنے تو جاندار مرید ہے، وہ جب تک اس کے ٹیڑھے پن کو درست نہ کرلے، چین نہ آئے گا۔

یہ ایک استاد کا مزاج بن جائے کہ شاگردوں کے اندر ٹیڑھا پن دیکھ کر بے چین ہو جائے۔ البتہ طریقہ بزرگوں سے سیکھ سیکھ کر ٹیڑھے پن کو دور کرے۔ ایک دم سب کچھ نہیں ہوتا، بے ڈھنگا طریقہ نہ ہو۔

مشہور تو اس جہاں میں کہیں بے وفا نہ ہو
دل اس ادا سے توڑ کہ پیدا صدا نہ ہو

بچوں کی نفسیات سے واقف ہونا

شاگرد کہیں ٹوٹ نہ جائے، کہیں مایوسی میں نہ چلا جائے، اس کے لیے بچوں کی نفسیات سے واقف ہونا چاہیے، ذہنی استعداد سے واقف ہونا چاہیے۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ میرے بولنے سے بندہ بن جائے گا یا میری خاموشی سے؟

اس کا کیا کریں کہ ایک شاگرد روتا ہوا آیا...... ہچکیاں بندھی ہوئی ہیں...... وہ شاگرد کہتا ہے: "آج آپ نے سبق پڑھاتے وقت میری طرف دیکھا نہیں۔"

اب یہ بات اگر ہو اور یہ کیفیت چھوٹے طلبہ میں زیادہ ہوتی ہے۔ آپ چھوٹے بچوں کی طرف صرف مسکرا کر دیکھ لیں یہ اس کو جوش دینے کے مترادف ہے،

یہ ہر بچے کے لیے نہیں، وہ الگ بات ہے کہ آپ بعض بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ کریں گے، مگر کچھ اثر نہیں ہوگا۔[1]

---

[1] علم نفسیات:

- علم نفسیات مختلف حیوانی وانسانی فطرت وعادات اور جذبات کا علم ہے۔
- اصلاح معاشرہ، تعلیم وتربیت، تجارت وکاروبار، علاج ومعالجہ، حکومت وسیادت، جنگ وجدال وغیرہ تقریباً ہر میدان زندگی میں اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔
- طالب علموں کی نفسیات جاننے سے تعلیم وتربیت میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔
- استاذ طلبا میں محبوب ومقبول بنتا ہے جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ طلبا استاذ کی بات خوشی سے مانتے ہیں۔
- استاذ شرارتی بچوں کی اصلاح اچھی طرح کر سکتا ہے۔
- استاذ مار پیٹ کے بغیر طلبا پر اپنا وقار قائم کر سکتا ہے۔

یہاں نفسیات کی تعمیر کے چند اصول درج کیے گئے ہیں۔ ان اصولوں کے ذریعے بچوں کی شخصیت سازی میں اپنا کردار ادا کیجیے:

- جس بچے کی ہر وقت حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، اس میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔
- جس بچے سے شفقت کا معاملہ کیا جاتا ہے، وہ فرماں بردار بن جاتا ہے۔
- جس بچے کو تنبیہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرایا جاتا ہے وہ متقی بن جاتا ہے۔
- جس بچے کی ہمیشہ مار پیٹ کی جاتی ہے، وہ باغی ہو جاتا ہے۔
- جس بچے کی بات اصرار کرنے اور رونے کے بعد پوری کی جاتی ہے، وہ ضدی ہو جاتا ہے۔
- جس بچے پر بھروسا نہیں کیا جاتا، وہ دھوکے باز بن جاتا ہے۔
- جس بچے پر شفقت نہیں کی جاتی، وہ مجرم بن جاتا ہے۔
- جس بچے کا ہر وقت مزاق اڑایا جاتا ہے، وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
- جس بچے پر ہر وقت تنقید کی جاتی ہے، وہ نافرمان ہو جاتا ہے۔
- جس بچے پر ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی ہے وہ لڑاکا بن جاتا ہے۔
- بچے کو مار پیٹ کرنے والے مربی (تربیت کرنے والے) سے انسیت کے بجائے بُعد پیدا ہوتا ہے۔

طلبہ کی نفسیات کو تفصیل سے جاننے کے لیے مکتب تعلیم القرآن کے "بچوں کی دینی تربیت کا رسالہ (مفصل)" کا مطالعہ کیجیے۔

چھٹا اصول

طلبہ کے سامنے بے تکلفی سے بچنا

استاد جو کہ واقعی استاد بننا چاہتا ہے، اس کو اپنے اوپر حیا کا ایک جُبہّ اوڑھنا پڑے گا، حیا کی ایک چادر اوڑھنی پڑے گی اور ایسی حیا والی چادر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے: "أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ" [1] کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیا والے تھے۔ اس کے بعد راوی نے کہا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں ناپسندیدگی دیکھ لیتے تھے۔

ایسی صورت میں شاگرد استاد کے چہرے میں دیکھ لیتا ہے کہ استاد کو کیا بات ناگوار لگی ہے۔ استاد کی زندگی میں کوئی غلط بات زبان سے نہ نکلے، استاد کی زندگی میں پاکیزہ اعمال ہوں تو شاگرد میں بھی یہی بات ہوگی۔ یقین جانیے کہ اگر ایک شاگرد کو استاد سگریٹ پیتا ہوا نظر آجائے ...... لاکھ وہ متقی ہو، رکھ رکھاؤ والا ہو؛ لیکن شاید اب وہ مقام اس استاد کا نہ رہے گا۔ [2]

بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ استاد شاگردوں سے بڑی حیا سے ملتا ہے، مگر جب دوسرا دوست استاد اس استاد کے پاس آتا ہے تو حیا کی چادر کو تار تار کر دیتا ہے، تالی بھی ماری جارہی ہے، ہنسنا ہنسانا بھی ہو رہا ہے...... تو آپ اس کو بے تکلفی کہہ لیں یا دوستانہ تعلق کہہ لیں...... مگر آپ نے جو حیا کا جُبہّ اوڑھا ہوا تھا اس کو پھاڑ دیا۔ عام مدرس اس کا خیال نہیں کرتا، مگر جو ڈوب کر پڑھاتا ہے تو وہ اس وقت درس گاہ سے نکل جائے گا کہ یہ دوست بے تکلفی کرے گا۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب كثرة حيائه صلى الله عليه وسلم الرقم: ۶۰۳۲

[2] صحیح مسلم، الفضائل، باب كثرة حيائه صلى الله عليه وسلم، الرقم: ۶۰۳۲

استاد صاحب پڑھا رہے تھے...... ایک استاد باہر سے آیا اور پڑھانے والے استاد کو کہا: "او مولوی! تو کتھے مر گیا ملدا ہی نہیں" بظاہر کوئی بات نہیں اگر منتظم تک بات پہنچ گئی۔ لیکن ایک آسان سا جملہ ہے جو طلبہ کو بتایا جاتا ہے کہ "بُرے دوستوں سے بچو...... کیوں کہ وہ تمھارا تعارف بن جاتے ہیں" میں تو عرض کروں گا کہ ایسے یار دوستوں کو ادارہ میں بھی نہ آنے دیں۔ آپ کا دوست ہے، آپ کا جگری یار ہے۔ ٹھیک ہے مگر آپ کا وہ معیار ختم ہو جائے گا۔

طلبہ کے سامنے مالی مشکلات کا اظہار نہ کرنا

مدرّس کو اپنی زبان سے ایسے جملے نکالنے سے بچنا چاہیے جو اس کی بے وقعتی پیدا کر دے۔ بعض جملے حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں، جیسے بعض ساتھیوں نے مہنگائی کی باتیں، تنخواہ کی کمی کی باتیں شروع کر دیں...... ان باتوں کا مقام درس گاہ کے باہر ہے، لیکن اگر یہ مدرسین طلبہ کے سامنے اپنی مشکلات کی باتیں کریں گے تو استاد کا بے حیثیت ہونا طلبہ پر ظاہر ہوگا۔ ایسی صورت میں بعض بچے مالدار گھرانے والے ہوں گے تو ان کی نظروں سے استاد گر جائے گا، اس لیے مالی حالات کو اپنے ذہن پر سوار نہ کریں۔[1]

اپنے شاگردوں پر اپنی خفت اور مالی اعتبار سے کمی ظاہر نہ کریں۔ عام طور پر منع

[1] ازدواجی زندگی خوش گوار بنانے کا طریقہ، لوگوں کو راحت پہنچانے کا طریقہ اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں مسائل سے نمٹنے کا نسخہ جاننے کے لیے مکتبہ بیت العلم کی کتاب "پُرسکون زندگی" کا مطالعہ کیجیے اور اپنی زندگی کو پُرسکون بنائیے۔

کرنے کے باوجود طلبہ موبائل لے آتے ہیں...... گھڑی لے آتے ہیں۔ اب تو گھڑی کا دور ختم ہوگیا ہے۔ استاد شاگرد سے کہتا ہے کونسا موبائل ہے؟ کونسا ماڈل ہے؟ دو، تین جملے ادا کیے اور استاد کی قابلیت ختم۔ اچھی چیز پر تعریف (بے محل و بے تحاشا) نہیں کرنی اور اچھی چیز پر بری بات بھی نہیں کرنی (ان دونوں باتوں سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ کہ) یہ شاگرد بڑے ظالم ہوتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ استاد میری چیز کی تعریف کر رہا ہے یا میری چیز کے بارے میں اس کی رال ٹپک رہی ہے، اس معنٰی میں شاگرد ظالم ہے۔ اگر شاگرد کو احساس ہوگیا کہ استاد کے منہ میں پانی آگیا تو یہ استاد شاگرد کی نظروں سے گر جائے گا۔

آٹھواں اصول

بے نیاز ہو کر رہنا

یہ میری بات نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے:

"اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ."

ترجمہ: "دنیا کے بارے میں بے رغبتی اختیار کر، اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کریں گے۔"

"وَازْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ." [1]

ترجمہ: "اور جو لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبتی اختیار کر، لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔"

---

[1] سنن ابن ماجہ، باب الزهد فی الدنیا، الرقم: ٤١٠٢

یہاں اَلنّاسُ کی جگہ شاگرد کو لے آئیں۔ ایک تو وہ بات ہے جو داخلے کے وقت ضرورت کی وجہ سے کی جاتی ہے کہ ابا جی کیا کرتے ہیں؟ جی گھڑی کی دوکان ہے۔ موبائل کی دکان ہے۔ وہ اچھی اور جائز بات ہے، مگر ایک استاد شروع ہو جائے کہ اچھا میں آپ کی دکان پر موبائل لینے آؤں گا۔ آپ جائیں یا نہ جائیں مگر آپ گر گئے۔

ہوسکتا ہے کہ آپ کہیں کہ مولانا! کیا شاگرد کی دوکان سے لینا حرام ہے؟ مگر حدیث میں ہے:

"اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ...... اَلْبِرُّ مَا اطْمَانَّتْ اِلَیْهِ النَّفْسُ وَاطْمَانَّ اِلَیْهِ الْقَلْبُ، وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِی النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِی الصَّدْرِ" [1]

ترجمہ: "اپنے دل سے پوچھ! نیکی وہ ہے جس پر تیرا دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے۔"

نواں اصول

پُروقار ہونا

استاد میں وقار ہونا چاہیے۔ ہر وقت ہنسنا، مسکرانا مناسب نہیں۔

عقلاء کا قول ہے کہ:

"مَنْ کَثُرَ ضِحْکُهٗ قَلَّتْ هَیْبَتُهٗ" [2]

جس میں مزاح کی کیفیت پیدا ہو جائے اس کا رعب ختم ہو جاتا ہے۔ اور رعب ایک طاقت ہے۔

---

[1] سنن الدارمی، البیوع، باب دع مایریبك، الرقم: ٢٥٣٣

[2] مجمع الزوائد، الزهد، باب ماجاء فی الصمت وحفظ اللسان، الرقم: ١٨١٧٣

مایوس نہ ہونا

مدرس کو کسی بھی حالت میں مایوس نہ ہونا چاہیے:

﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ﴾ [1]

ترجمہ: "اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔"

چاہے شاگرد جتنا بھی کمزور ہو، استاد درس گاہ میں طلبہ کی کیفیت دیکھ کر مایوس نہ ہو۔

پھر میں عرض کروں گا کہ ان باتوں کو دل میں جمانے کی کوشش کیجیے۔ اللہ تعالیٰ آج ہمیں ایک بہتر استاد بننے کی توفیق عطاء فرمائے...... جس کا اخلاص بہتر...... اخلاق بہتر...... کردار بہتر اور علم و عمل بہتر ہو۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائے...... آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

[1] سورۃ الزمر: ۵۳

پانچواں بیان

بچوں کی اصلاح کا طریقہ

تعلیم کے ماہرین لکھتے ہیں کہ جب بچے کی آواز کو دبا دیا جائے تو بچے کی شخصیت مسخ ہو جاتی ہے۔ بچے کو گھر آکر بولنے دیا جائے، چناں چہ وہ مائیں تحسین کے قابل ہیں جو بچوں کے کپڑے بدلنا بعد میں دیکھتی ہیں مگر وہ پہلے کہتی ہیں کہ بچے سے کارگزاری لے لی جائے۔

بچوں کو نشانہ ہرگز نہ بنائیں، یہ بڑے معصوم ہیں، ان کو بڑی نرمی سے چھونا ہے۔ بعض بچوں کی عادت ہوتی ہے وہ باتیں بناتے ہیں...... وہ شیخی میں آکر باتیں گھڑتے ہیں۔

یہ بچے معصوم ہیں، اگر ان کی شیخیوں کو ختم کریں گے تو ان کی شخصیت مسخ ہو جائے گی، ہاں ان کی شیخیوں کو بدلنا ہے۔
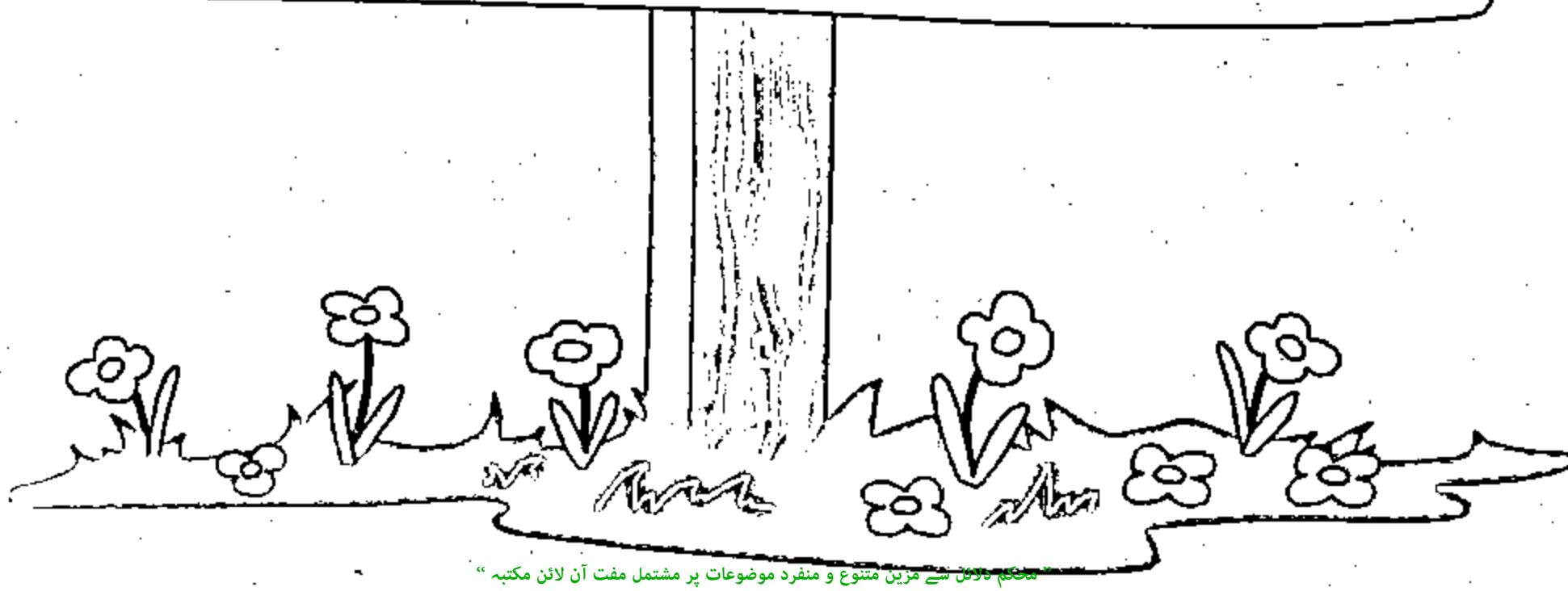
الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله ونشهد ان سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله صلى الله عليه وسلم امّابعد!

بچوں کی شخصیت سازی میں معلّمین اور معلمات کی انتھک محنت اور والدین کا مکمل تعاون مضمر ہے، اگر معلمات اور والدین میں ایک دوسرے کے لیے محبت، خلوص، افہام وتفہیم اور تعاون کی قدر دانی کی فضا قائم ہوجائے تو یہ بچے ان کے حق میں دنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان اور آخرت میں صدقۂ جاریہ بنیں گے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعالیٰ۔

اللہ رب العزت نے ہمیں اس زندگی کے اندر بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں...... ان نعمتوں کو اگر ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق استعمال کریں گے تو وہ نعمتیں خیر وثواب کا باعث بنیں گی اور ان کے نتائج اچھے برآمد ہوں گے۔ یہ بچے جنھیں اللہ رب العزت نے والدین کی دین کی فکر کے ساتھ اس ادارے میں بھیجا، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور ایک نعمت ہے، تو اس نعمت پر شکر کیا جائے اور بچوں کے دل میں بھی یہ احساس بٹھایا جائے۔

بچوں کی اصلاح کے لیے چند اعمال

بچوں کو شکر گزار بنانا

اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ﴾ [1]

بچوں کا یہ مزاج بنایا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور والدین کا شکر ادا کریں۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور اگر ناشکری کی کیفیت آرہی ہو یا شکایت آرہی ہو تو نیکیوں کے جذبات بنائیں اور ان پر محنت کی جائے۔

سرپرستوں سے اچھا تعلق رکھنا

اب ایک خاص بات ذکر کر رہا ہوں کہ آج جس بچے کی شخصیت بنانے میں معلمین ومعلمات کا رابطہ والدین سے جتنا صاف اور شفاف ہوگا...... ضابطوں کے مطابق ہوگا تو اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اس بچے کی شخصیت میں اسی قدر نکھار ہوگا۔

---

[1] سورۃ لقمان: ۱۴

بچوں کو کھل کر اظہار کا موقع دینا

ہمارے تعلیم کے ماہرین لکھتے ہیں کہ جب بچے کی آواز کو دبا دیا جائے تو بچے کی شخصیت بھی مسخ ہو جاتی ہے، بچے کو گھر آ کر بولنے دیا جائے، چناں چہ وہ مائیں تحسین کے قابل ہیں جو بچوں کے کپڑے بدلنا بعد میں دیکھتی ہیں مگر وہ پہلے کہتی ہیں کہ بچے سے کارگزاری لے لی جائے، یہ بہت اچھی بات ہے۔ ماں باپ اس کارگزاری سے اخذ کرتے ہیں، پھر جب معلمات سے ملاقات کریں تو اس نکتے، اس پوائنٹ پر باتیں کریں۔ جتنا شائننگ بچہ ہوگا اتنی اچھی رپورٹ دے گا۔

اگر پوری کلاس کے بچوں کو اسٹارز لگا دیے تو اس میں حرج کیا ہے؟ لیکن سوال یہ ہے کہ کام زیادہ ہوتا ہے اسٹارز لگانے کا وقت نہیں ہوتا اور اگر چند ایک کو اسٹار دے دیا تو بقیہ بچوں کی شخصیت نہیں بن پاتی۔

سرپرستوں کو وقت دینا

اب ماں باپ سے جو ملاقات ہوئی جو بڑے ادارے ہیں تو ان بچوں کے ماں باپ کہتے ہیں کہ معلمات ہمیں ٹائم نہیں دیتیں۔ جب وہ مائیں معلمات سے ملتی ہیں تو اس وقت اپنے دل کی بھڑاس نکالتی ہیں۔

ایک معلمہ کے پاس اپنے بچوں کے پوائنٹس نوٹ ہوں، معلمہ اپنے حافظے

پر نہ جائے بل کہ ایک ڈائری ہو، جس میں نوٹس ہوں کہ ان ان پر بات کرنی ہے، اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اللہ برکت دے گا۔

بسااوقات مائیں آتی ہیں، دائیں بائیں کی باتیں تو بہت کرتی ہیں؛ مگر ان میں ایک بھی کام کی بات نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعلقین کا مزاج بنایا تھا:

کہاں سے آئے؟

کیسے آئے؟

کتنے دن رہنا ہے؟

کب واپسی ہے؟

ہمارے معاشرے میں ان باتوں کو عیب سمجھا جاتا ہے۔ بسااوقات مجھے بھی بہت پریشانی ہوتی ہے اور میں بہت پریشان ہوتا ہوں کہ اتنی باتیں کرتے ہیں اور پھر آخری بات کرتے ہیں کہ حضرت اس لیے آیا تھا میں...... ارے اللہ کے بندے! آپ پہلے یہ بات کہتے تو میں نے اب تک آپ کا کام کر بھی لیا ہوتا۔ اب تو دوسرے سے ملنا ہے۔

سخت مزاج سرپرست کے اصلاح کا طریقہ

آج معاشرے کے اندر کسی کی بات سن لینا کافی ہے، اگر آپ کو محسوس ہو جائے کہ اس وقت یہ اشتعال میں ہے تو اس کو بولنے دیں، ٹوکیں نہیں، روکیں نہیں...... کاغذ، قلم ہاتھ میں ہوں...... پوائنٹس نوٹ کرتے جائیں۔ یہ ہوشیار معلمہ ہوتی ہے، شکایتیں وہ کر رہی ہیں مگر یہ معلمہ ان پوائنٹس کی حفاظت کریں اور اس پر

ڈیٹ بھی لکھ لیں۔ اور پھر آخر میں کہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں نے پوائنٹس نوٹ کر لیے ہیں، اب اس پر عمل ہوگا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ۔ اب وہ مطمئن ہو کر چلی جائے گی بات ختم۔

اب اگلی ملاقات میں اس سے کہیں کہ پہلے آپ نے یہ یہ باتیں بتائی تھیں؟ یہ سن کر وہ ماں سٹپٹا جائے گی۔ اس سے کہیں کہ اس کے بعد اب تک کچھ نہ کچھ فائدہ تو ہوا ہوگا؟ یہ سن کر اس ماں کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گا۔

شکایات نوٹ کر کے بڑوں تک پہنچانا

میٹنگ میں والدہ سے کہیں کہ آپ اپنی شکایات نوٹ کر کے ہمیں دے دیں، اگر وہ لکھ نہیں سکتی تو آپ خود لکھ کر اس سے دستخط لیکر آگے بڑوں تک پہنچا دیں۔ ہر بچے کی شکایاتی پوائنٹس کو ایک کاغذ سمجھ کر ضائع نہ کیا جائے۔ بار بار اس کا تجربہ ہوا کہ والدین جب جاتے ہیں تو وہ معلّمات (اگلی ملاقات میں) پرانا کاغذ نکال کر بیٹھ جائیں گی۔ اب آپ کو کسی بچے کے بارے میں ماں کے سامنے باخبر ظاہر کرنا ہوگا تو کافی فائدہ ہوگا، کم وقت میں زیادہ فائدہ ہوگا، آہستہ آہستہ یہ شکایتیں کم ہوں گی۔

سرپرستوں سے بحث و مباحثہ نہ کرنا

آپ ان شکایات میں خوبیاں اور خامیاں نوٹ کر لیں، آپ اپنا ٹیمپو لوز نہ

ہونے دیں۔ والدہ تو غصے میں بول رہی ہوگی، کہے گی کہ میں حق پر ہوں۔ معلمہ کہے کہ میں حق پر ہوں تو یہ میٹنگ نہ ہوئی، بحث ومباحثہ ہوا۔

معلمہ اپنے کو ٹھنڈا رکھے، یہ معلمہ کی جیت ہے۔ اس ماں کی بات سنتے وقت تمسخر نہ ہو، بات کاٹے نہیں، تحمل سے سنے، لہجہ ٹھنڈا رکھے، شکایت اگر واقعی سچی ہو تو اعتراف کرلے۔

ساتواں عمل

بچوں کی عزت کا خیال رکھنا

بچوں کو نشانہ ہرگز نہ بنائیں، یہ بڑے معصوم ہیں، ان کو بڑی نرمی سے چھونا ہے۔ ہاں بعض بچوں کی عادت ہوتی ہے وہ باتیں بناتے ہیں...... وہ شیخی میں آکر باتیں گھڑتے ہیں۔ ایک شیخی ہوتی ہے اور ایک شوخی، میں نے یہ نہیں کہا کہ بچے جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ جو شاعر نے کہا ہے کہ

ہم نے کانٹوں کو بھی نرمی سے چھوا ہے اکثر
لوگ بے درد ہیں پھولوں کو مسل دیتے ہیں

یہ بچے معصوم ہیں، اگر ان کی شیخیوں کو ختم کریں گے تو ان کی شخصیت مسخ ہوجائے گی، ہاں ان کی شیخیوں کو بدلنا ہے۔ اگر بچے بھی پیرنٹس میٹنگ میں شامل ہوں تو اس میٹنگ میں بچوں کی عزت اور ماں باپ کی عزت کا بھی خیال رکھنا ہوگا اور والدین کو بھی بہت محتاط رہنا ہوگا۔

بعض والدین یہ کہتے ہیں کہ ہم مس سے بات کریں گے اور پھر بچوں کو کہتے ہیں

ہم نے مس کو خوب جھاڑا "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ" یہ درست نہیں، اس سے استاد کا ادب ختم ہو جاتا ہے۔

میں اپنی بات کو سمیٹتا ہوں کہ یہ بچے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہیں، یہ لاکھوں بچوں میں سے نکل کر آپ کے پاس آئے ہیں۔ معلمین و معلمات جتنے مثبت طریقے (Positive Techniques) استعمال کریں گے تو اتنا ہی یہ بچوں کے حق میں مفید اور بہتر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان پھول جیسے بچوں کا خیال رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ میں ان بچوں کو شاباشی دیتا ہوں اور دعا بھی کرتا ہوں کہ یا اللہ! ان بچوں کو اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مکتبہ بیت العلم کی چند مطبوعات
طلبہ کے لیے تربیتی واقعات
☆ اس کتاب میں دینی وعصری اداروں کے طلبہ میں اساتذہ کا ادب......
☆ کتابوں کا ادب، علم کا شوق، طلبہ کی دینی وشرعی تربیت......
☆ والدین کی قدر، وقت کو ضائع ہونے سے بچانا......
☆ ان جیسے بے شمار مضامین کو بزرگوں کے واقعات و ملفوظات سے مزین کر کے بیان کیا گیا ہے......
☆ ہر طالب علم کو اپنے مطالعہ میں یہ کتاب رکھنا نہایت ضروری ہے۔
طلباء کیلئے تربیتی واقعات
تقریظ
مولانا انور البشر
کلمات تبریک
تالیف
محمد ناصر درویش
مکتبہ بیت العلم

☆ قاری صاحبان/ استاذ/ معلّم/ پروفیسر/ پرنسپل/ مہتمم ہر ایک کے لیے ایک مفید کتاب......

☆ معاشرے کو سنوارنے میں ایک استاذ کا کردار سب سے اہم ہے، اس سلسلے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اساتذہ کرام کے لیے ہدایات......

☆ بچوں کی معیاری اور مناسب تربیت کے بہترین راہ نما اصول......

☆ اور بزرگانِ دین کے نصائح اور ارشادات پر مشتمل "مثالی استاذ" ایک بہترین کتاب ہے......

☆ اس کتاب کا مطالعہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تعالیٰ استاذ کو دل کی دھڑکنیں سننے والا مربّی اور شفیق معلّم بنائے گا......

☆ پھر یہ ہمارے مدارس اور اسکول صرف تعلیم گاہیں ہی نہیں بل کہ تربیت گاہیں بھی بن جائیں گے......

☆ ہر استاذ اور استانی کے لیے ہدایت کی نیت سے اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید رہے گا۔

آیئے ہم ایک دوسرے کے مددگار بنیں......

گرامی قدر محترم جناب

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ،

اُمید ہے کہ مزاج بخیر وعافیت ہوں گے......

آپ اور آپ کی آراء ہمارے لئے بہت اہم ہیں۔ بہت خوشی ہوگی کہ آپ ہمیں اس کتاب سے متعلق اپنی کوئی قیمتی رائے......اصلاحی تجویز......اور مفید بات بتائیں۔

یقیناً آپ اس سلسلے میں ہمارے ساتھ تعاون فرما کر ان شاء اللّٰہ تعالیٰ ادارے کی کتب کے معیار کو بہتر سے بہتر بنانے میں مددگار بنیں گے۔

اُمید ہے جس جذبہ سے یہ گزارش کی گئی ہے اسی جذبہ کے تحت اس کا عملی استقبال بھی کیا جائے گا اور آپ ضرور ہمیں جواب لکھیں گے۔

◎ ٹرسٹ کی کس کس کتاب کا آپ نے مطالعہ فرمایا مثلاً ☆ تحفہ دلہن...... ☆ تحفہ دلہا...... ☆ مثالی ماں...... ☆ مثالی باپ...... ☆ طریقہ وصیت...... ☆ اسمائے حسنیٰ...... ☆ مثالی اُستاذ، کسی کو تکلیف نہ دیجیے وغیرہ؟ ____________

◎ کتاب کا تعارف کیسے ہوا؟ ____________

◎ کیا آپ نے اپنے محلہ کی مسجد......لائبریری......یا مدرسہ/اسکول......میں اس کتاب کو وقف کر کے یا کسی رشتہ دار وغیرہ کو تحفہ میں دے کر علم پھیلانے میں حصہ لیا؟ ________ اگر نہیں تو آج ہی یہ نیک کام شروع فرمائیں۔

◎ کتاب پڑھ کر آپ نے کیا فائدہ محسوس کیا؟ ____________

◎ کتاب کی کمپوزنگ، جلد اور کاغذ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

معمولی ہے ☐ بہتر ہے ☐ اعلیٰ ہے ☐

◎ کتاب کی قیمت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

سستی ہے ☐ مناسب ہے ☐ مہنگی ہے ☐

◎ کتاب کی تیاری میں مدد کرنے والے ناشر اور پڑھنے والوں کے لئے دعائیں تو کرتے ہوں گے......

کتاب میں اگر کوئی غلطی آپ کی نظر سے گزری ہو تو مندرجہ ذیل چارٹ میں تحریر فرمادیں، عنایت ہوگی۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلطی کی وضاحت

◎ ڈاک پتہ

تاریخ:____________

نام:

پتہ:

اس پتے پر خط پوسٹ فرما کر آپ بھی نیکی اور علم کے پھیلانے میں معاون بن سکتے ہیں۔

ہمت کیجیے اور اپنے مفید مشورہ اور دعا سے ادارہ کا تعاون کیجیے۔

مکتبہ بیت العلم کی اب تمام کتابیں آپ بذریعہ VP بھی منگوا سکتے ہیں۔

Bait-ul-Ilm
St-9E, Block-8, Gulshan-e-Iqbal, Karachi.
Ph+92-21-34976339, Fax: +92-21-34972636
E-Mail: mbikhi.pk@gmail.com

بیت العلم
متصل الحمد مسجد ST-9E،
بلاک 8، گلشن اقبال کراچی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی

☆ یہ کتاب حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شہرہ آفاق کتاب "حیاۃ الصّحابہ" سے نوجوانوں کی تربیت کے لیے لیے گئے منتخب اقتباسات پر مشتمل ہے، خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی زندگی جس میں حقوق العباد کی اہمیت عملی واقعات کے ذریعے سمجھائی گئی ہے۔

☆ صحابہ کرام کی دعائیں کہ صحابہ کرام کس طرح اور کن الفاظ سے اللہ تعالیٰ سے دُعائیں مانگتے تھے۔

☆ اسی طرح اس کتاب میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بیانات، وصیّتیں، نصیحتیں، اور دعائیں شامل کی گئی ہیں اور ہر صحابی کے حالات کے اختتام پر ایک مذاکرہ (مشق) بھی دیا گیا ہے۔

☆ یہ کتاب ہے مختصر لیکن پُر اثر اور انتہائی جامع ہے، جو محبانِ صحابہ کے لیے ایک انمول تحفہ ہے۔ والدین اور اساتذہ ومعلّمات کے لیے نوجوانوں کی تربیت واخلاق سنوارنے کے لیے ایک بہترین ذریعہ ہے۔
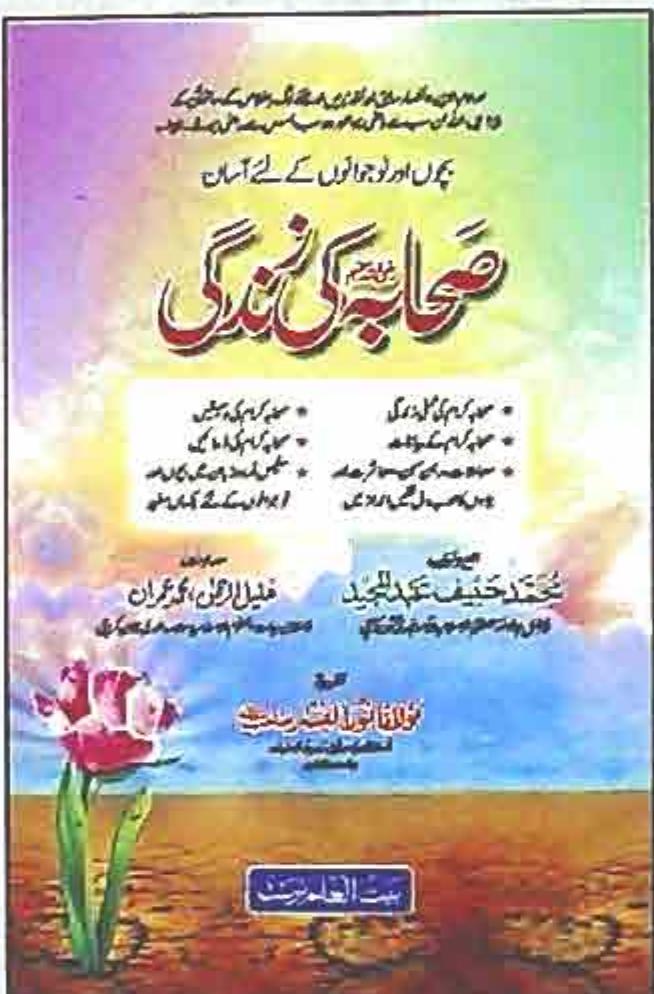
مکتبہ بیت العلم

فدا منزل، نزد مقدس مسجد، اُردو بازار، کراچی یا ملک کے کسی بھی معیاری کتب خانے سے طلب کریں۔

Ph: + 92-21-32726509, 0322-2583199